معلوماتِ قرآن

(مختلف علماءِ کرام کے مقالات کا مجموعہ)

مرتب: محمد نجیب قاسمی سنبھلی

www.najeebqasmi.com

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ

(سورۃ الحجر آیت ۹)

معلوماتِ قرآن

(مختلف علماء کرام کے مقالات کا مجموعہ)

مرتب: محمد نجیب قاسمی سنبھلی

www.najeebqasmi.com

فہرست

#	عنوان	مقالہ نگار	صفحہ
۱	فہرست	ـ☆ـ☆ـ	۲
۲	پیش لفظ	مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی	۳
۳	نزول وحفاظت قرآن	مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی	۴
۴	فضائل قرآن حکیم	مفتی عاشق الٰہی قاسمی	۹
۵	تفسیر قرآن کریم	مولانا غفران ساجد قاسمی	۱۳
۶	قرآن اور ہم	مولانا عبدالمتین ندوی	۲۷
۷	قرآن فہمی حدیث نبوی کے بغیر ممکن نہیں	مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی	۳۲
۸	قرآن سے متعلق بعض دیگر معلومات	مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی	۳۸

قرآن کریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلام عَلَى النَّبِیِّ الْكَرِيمِ وَعَلٰى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْن.

پیش لفظ

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ معجزانہ کلام ہے جو خاتم الانبیاء حضور اکرم ﷺ پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے نازل ہوا، جو صحیفوں میں مکتوب ہے اور حضور اکرم ﷺ، صحابۂ کرام، تابعین وتبع تابعین کی لاکھوں کی تعداد سے منتقل ہوتا ہوا ہمارے پاس پہنچا ہے۔ چنانچہ آج بھی دنیا میں ایسے لوگوں کی بڑی تعداد موجود ہے جو عربی زبان سمجھ نہیں سکتی مگر قرآن کریم اپنے سینوں میں محفوظ فرما کر اس طرح عربی لہجے میں خالص عربوں کے طرز پر قرأت کرتے ہیں کہ عرب حضرات بھی انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ یہ محض لکھا ہوا صحیفہ نہیں ہے کہ اس کو مٹایا جاسکے بلکہ آج بھی لاکھوں انسانوں کے دلوں کے صفحات پر لکھا ہوا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی حفاظت خود اپنے ذمہ لی ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ (سورۃ الحجر آیت ۹) یہ ذکر (یعنی قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

یہ کتاب ہماری اور قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی ہدایت ورہبری کا سرچشمہ ہے۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے زندگی گزارنے کے اصول بتائے ہیں جن کی تفسیر حضور اکرم ﷺ نے اپنے اقوال وافعال سے قیامت تک آنے والے انس وجن کے لئے مکمل وضاحت کے ساتھ کردی ہے۔ مگر انتہائی افسوس اور فکر کی بات ہے کہ ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ کے کلام سے روز بروز منقطع ہوتا جارہا ہے اور کلام الٰہی ہماری مسجدوں اور گھروں میں جزدانوں میں قید ہوکر رہ گیا ہے۔ تدبر وتفکر تو درکنار ہم تلاوت بھی نہیں کرتے، اور قرآن کے احکام ومسائل پر عمل کا تو پوچھنا ہی کیا۔

آج ہم اپنی اور بچوں کی دنیاوی تعلیم کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، اپنی وسعت سے زیادہ معیاری اسکولوں میں پڑھانے کی کوشش کرتے ہیں، اپنے ذاتی اخراجات کم کرکے بچوں کے معقول ٹیوشن وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں اور حسب ضرورت مختلف دیگر اضافی علوم اور کورسیز کی ٹریننگ کے لئے جانی، مالی اور وقتی ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پڑھنے اور سمجھنے کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔

میری بیٹی شذیٰ پروین نے اس سال (۱۴۳۴) ماہ رمضان میں قرآن کریم کا ناظرہ مکمل کیا ہے۔ اسی مناسبت پر معلوماتِ قرآن کے موضوع پر ۱۹ اگست ۲۰۱۳ء کو ایک پروگرام منعقد کیا گیا جس میں متعدد مقالے پیش کئے گئے تاکہ ہمارے اندر بیداری پیدا ہو اور ہم اپنا تعلق اللہ تعالیٰ کے کلام سے قائم کریں، اہتمام کے ساتھ روزانہ تلاوت کریں، علماء کرام کی سرپرستی میں اسکو سمجھیں اور اس کے احکام ومسائل پر عمل کریں۔

محمد نجیب قاسمی سنبھلی (najeebqasmi@gamil.com)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِين، وَالصَّلاةُ وَالسَّلام عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيمِ وَعَلىٰ آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِين.

محمد نجیب قاسمی

نزول وحفاظت قرآن کریم

قرآن:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ عظیم الشان کلام ہے جو انسانوں کی ہدایت کے لئے خالق کائنات نے اپنے آخری رسول حضور اکرم ﷺ پر نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت خود اپنے ذمہ لی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ قرآن کریم میں موجود ہے: اِنَّـا نَـحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ (سورۃ الحجر آیت ۹) یہ ذکر (یعنی قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ قرآن کریم آخری آسمانی کتاب ہے جو قیامت تک کے لئے نافذ العمل رہے گی، برخلاف پہلی آسمانی کتابوں کے کہ وہ خاص قوموں اور خاص زمانوں کے لئے تھیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو قیامت تک محفوظ رکھنے کی کوئی ضمانت نہیں دی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔

وحی:

قرآن کریم چونکہ حضور اکرم ﷺ پر وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے اس لئے سب سے پہلے مختصراً وحی کو سمجھیں۔ وحی وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ یا بلا واسطہ اپنے انبیاء پر القاء فرماتا ہے، جس کے ذریعہ خالق کائنات انسان کو دنیاوی زندگی گزارنے کا طریقہ بتلاتا ہے تاکہ لوگ اس کے بتلائے ہوئے طریقہ پر دنیاوی زندگی گزار کر جہنم سے بچ کر ہمیشہ ہمیشہ کی جنت میں داخل ہو جائیں۔

انسان تین ذرائع میں سے کسی ایک ذریعہ سے علم حاصل کرتا ہے۔ ایک انسان کے حواس یعنی آنکھ، کان، منہ اور ہاتھ پاؤں، دوسرا ذریعہ عقل اور تیسرا ذریعہ وحی ہے۔ انسان کو بہت سی باتیں اپنے حواس کے ذریعہ معلوم ہو جاتی ہیں، جبکہ بہت سی عقل کے ذریعہ اور جو باتیں ان دونوں ذرائع سے معلوم نہیں ہو سکتیں ان کا علم وحی کے ذریعہ عطا کیا جاتا ہے۔ حواس اور عقل کے ذریعہ حاصل شدہ علم میں غلطی کے امکان ہوتے ہیں لیکن وحی کے ذریعہ حاصل شدہ علم میں غلطی کے امکان بالکل نہیں ہوتے کیونکہ یہ علم خالق کائنات کی جانب سے انبیاء کے ذریعہ انسانوں کو پہنچتا ہے۔ غرض وحی انسان کے لئے وہ اعلیٰ ترین ذریعہ علم ہے جو اسے اسکی زندگی سے متعلق ان سوالات کا جواب مہیا کرتا ہے جو عقل وحواس کے ذریعہ حل نہیں ہو سکتے۔ یعنی صرف عقل اور مشاہدہ انسان کی رہنمائی کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ اس کی ہدایت کے لئے وحیٔ الٰہی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ چونکہ وحی عقل اور مشاہدہ سے بڑھ کر علم ہے لہذا ضروری نہیں کہ وحی کی ہر بات کا ادراک عقل سے ہو سکے۔

نزول وحی کے چند طریقے: حضور اکرم ﷺ پر مختلف طریقوں سے وحی نازل ہوتی تھی۔

۱) گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی اور آواز نے جو کچھ کہا ہوتا وہ حضور اکرم ﷺ کو یاد ہو جاتا۔ جب اس طریقہ پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ ﷺ پر بہت زیادہ بوجھ پڑتا تھا۔

۲) فرشتہ کسی انسانی شکل میں آپ ﷺ کے پاس آتا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام آپ کو پہنچا دیتا۔ ایسے مواقع پر عموماً حضرت جبرئیل علیہ السلام مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے۔

۳) حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصل صورت میں تشریف لاتے تھے، آپ ﷺ کی عمر میں صرف تین مرتبہ ایسا ہوا ہے۔ ایک نبوت کے بالکل ابتدائی دور میں، دوسری بار خود حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ان کی اصل صورت میں دیکھنے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی اور تیسری مرتبہ معراج کے موقع پر۔

۴) بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے حضور اکرم ﷺ کی ہم کلامی ہوئی۔ یہ صرف ایک بار معراج کے موقع پر ہوا۔ نماز کی فرضیت اسی موقع پر ہوئی۔

۵) حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے سامنے آئے بغیر آپ ﷺ کے قلب مبارک پر کوئی بات القاء فرما دیتے تھے۔

تاریخ نزول قرآن:

ماہ رمضان کی ایک بابرکت رات لیلۃ القدر میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوح محفوظ سے سماء دنیا پر قرآن کریم نازل فرمایا اور اس کے بعد حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوتا رہا اور تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن کریم مکمل نازل ہوا۔ قرآن کریم کا تدریجی نزول اُس وقت شروع ہوا جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔ قرآن کریم کی سب سے پہلی جو آیتیں غارِ حرا میں اتریں وہ سورۂ علق کی ابتدائی آیات ہیں: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ پڑھو اپنے اس پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو منجمد خون سے پیدا کیا۔ پڑھو، اور تمہارا پروردگار سب سے زیادہ کریم ہے۔ اس پہلی وحی کے نزول کے بعد تین سال تک وحی کے نزول کا سلسلہ بند رہا۔ تین سال کے بعد وہی فرشتہ جو غار حرا میں آیا تھا آپ ﷺ کے پاس آیا اور سورۃ المدثر کی ابتدائی چند آیات آپ ﷺ پر نازل فرمائیں: یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ . قُمْ فَاَنْذِرْ. وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ. وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ. وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ. اے کپڑے میں لپٹنے والے۔ اٹھو اور لوگوں کو خبردار کرو۔ اور اپنے پروردگار کی تکبیر کہو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔ اور گندگی سے کنارہ کرلو۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کی وفات تک وحی کے نزول کا تدریجی سلسلہ جاری رہا۔ قرآن کریم کا سب سے چھوٹا حصہ جو مستقلاً نازل ہوا ہے وہ "غَیْرِ اُولِی الضَّرَرِ " (النساء ۹۵) ہے جو ایک طویل آیت کا ٹکڑا ہے۔ دوسری طرف پوری سورۃ الانعام ایک

ہی مرتبہ نازل ہوئی ہے۔غرض تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن کریم مکمل نازل ہوا۔

قرآن کریم کے تدریجی نزول کا مقصد:

دیگر آسمانی کتابوں کے برخلاف قرآن کریم کو ایک دفعہ نازل کرنے کے بجائے تھوڑا تھوڑا نازل کیا گیا۔اس کی وجہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مشرکین مکہ کے سوال کے جواب میں ان الفاظ میں بتائی ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً، كَذٰلِكَ، لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا. وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيراً. (سورۃ الفرقان ۳۲،۳۳) اور یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ ان پر سارا قرآن ایک ہی دفعہ میں کیوں نازل نہیں کردیا گیا؟ (اے پیغمبر!) ہم نے ایسا اس لئے کیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ تمہارا دل مضبوط رکھیں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھوایا ہے۔اور جب کبھی یہ لوگ تمہارے پاس کوئی انوکھی بات لے کر آتے ہیں، ہم تمہیں (اس کا) ٹھیک ٹھیک جواب اور زیادہ وضاحت کے ساتھ عطا کردیتے ہیں۔

امام رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں قرآن کریم کے تدریجی نزول کی جو حکمتیں بیان فرمائی ہیں، اُن کا خلاصۂ کلام یہ ہے:

۱) حضور اکرم ﷺ اُمی تھے، اس لئے اگر سارا قرآن ایک مرتبہ نازل ہوگیا ہوتا تو اس کا یاد رکھنا اور ضبط کرنا دشوار ہوتا۔

۲) اگر پورا قرآن ایک دفعہ میں نازل ہوجاتا تو تمام احکام کی پابندی فوراً لازم ہوجاتی اور یہ اس حکیمانہ تدریج کے خلاف ہوتا جو شریعت محمدی میں ملحوظ رہی ہے۔

۳) حضور اکرم ﷺ کو اپنی قوم کی طرف سے ہر روز نئی اذیتیں برداشت کرنی پڑتی تھی، حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بار بار قرآن کریم لے کر آنا، ان اذیتوں کے مقابلے کو آسان بنادیتا تھا اور آپ کی تقویتِ قلب کا سبب بنتا تھا۔

۴) قرآن کریم کا ایک حصہ لوگوں کے سوالات کے جواب اور مختلف واقعات سے متعلق ہے۔اس لئے ان آیتوں کا نزول اسی وقت مناسب تھا جس وقت وہ سوالات کئے گئے یا وہ واقعات پیش آئے۔

مکی ومدنی آیات وسورۃ:

ہجرت مدینہ منورہ سے قبل تقریباً ۱۳ سال تک قرآن کریم کے نزول کی آیات وسورتوں کو مکی اور مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد تقریباً ۱۰ سال تک قرآن کریم کے نزول کی آیات وسورتوں کو مدنی کہا جاتا ہے۔کسی سورۃ کے مدنی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس سورۃ کی ہر ہر آیت مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد نازل ہوئی ہو بلکہ اکثر آیتوں کے نزول کے اعتبار سے سورۃ کو مکی یا مدنی کہا گیا ہے۔

تاریخ حفاظت قرآن:

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ قرآن کریم ایک ہی دفعہ میں نازل نہیں ہوا بلکہ ضرورت اور حالات کے اعتبار سے مختلف آیات نازل ہوتی رہیں۔قرآن کریم کی حفاظت کے لئے سب سے پہلے حفظ قرآن پر زور دیا گیا۔چنانچہ خود حضور اکرم ﷺ الفاظ کو اسی وقت دہرانے لگتے تھے تا کہ وہ اچھی طرح یاد ہو جائیں۔اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہوئی کہ عین نزول وحی کے وقت جلدی جلدی الفاظ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ خود آپ میں ایسا حافظہ پیدا فرمادے گا کہ ایک مرتبہ نزول وحی کے بعد آپ اسے بھول نہیں سکیں گے۔اس طرح حضور اکرم ﷺ پہلے حافظ قرآن ہیں۔چنانچہ ہر سال ماہ رمضان میں آپ ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کے نازل شدہ حصوں کا دور فرمایا کرتے تھے۔جس سال آپ ﷺ کا انتقال ہوا اس سال آپ ﷺ نے دوبار قرآن کریم کا دور فرمایا۔پھر آپ ﷺ صحابہؓ کرام کو قرآن کے معانی کی تعلیم ہی نہیں دیتے تھے بلکہ انہیں اس کے الفاظ بھی یاد کراتے تھے۔خود صحابہؓ کرام کو قرآن کریم یاد کرنے کا اتنا شوق تھا کہ ہر شخص ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر میں رہتا تھا۔چنانچہ ہمیشہ صحابہؓ کرام میں ایک اچھی خاصی جماعت ایسی رہتی جو نازل شدہ قرآن کی آیات کو یاد کر لیتی اور راتوں کو نماز میں اسے دہراتی تھی۔غرضیکہ قرآن کی حفاظت کے لئے سب سے پہلے حفظ قرآن پر زور دیا گیا اور اُس وقت کے لحاظ سے یہی طریقہ زیادہ محفوظ اور قابل اعتماد تھا۔

قرآن کریم کی حفاظت کے لئے حضور اکرم ﷺ نے قرآن کریم کو لکھوانے کا بھی خاص اہتمام فرمایا چنانچہ نزول وحی کے بعد آپ کاتبین وحی کو لکھوادیا کرتے تھے۔حضور اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ کاتب وحی کو یہ ہدایت بھی فرماتے تھے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں فلاں آیات کے بعد لکھا جائے۔اس زمانہ میں کاغذ دستیاب نہیں تھا اس لئے یہ قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کی سلوں، چمڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور جانور کی ہڈیوں پر لکھی جاتی تھیں۔کاتبین وحی میں حضرت زید بن ثابتؓ، خلفاء راشدین، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت معاویہؓ کے نام خاص طور پر ذکر کئے جاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں حفاظت قرآن:

حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں جتنے قرآن کریم کے نسخے لکھے گئے تھے وہ عموماً متفرق اشیاء پر لکھے ہوئے تھے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں جب جنگ یمامہ کے دوران حفاظ قرآن کی ایک بڑی جماعت شہید ہوگئی تو حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کروانے کا مشورہ دیا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ ابتداء میں اس کام کے لئے تیار نہیں تھے لیکن شرح صدر کے بعد وہ بھی اس عظیم کام کے لئے تیار ہوگئے اور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس

اہم وعظیم عمل کا ذمہ دار بنایا۔اس طرح قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرنے کا اہم کام شروع ہوگیا۔

حضرت زید بن ثابتؓ خود کاتب وحی ہونے کے ساتھ پورے قرآن کریم کے حافظ تھے۔وہ اپنی یادداشت سے بھی پورا قرآن لکھ سکتے تھے، اُن کے علاوہ اُس وقت سینکڑوں حفاظ قرآن موجود تھے، مگر انہوں نے احتیاط کے پیش نظر صرف ایک طریقہ پر بس نہیں کیا بلکہ ان تمام ذرائع سے بیک وقت کام لے کر اُس وقت تک کوئی آیت اپنے صحیفے میں درج نہیں کی جب تک اس کے متواتر ہونے کی تحریری اور زبانی شہادتیں نہیں مل گئیں۔اس کے علاوہ حضور اکرم ﷺ نے قرآن کی جو آیات اپنی نگرانی میں لکھوائی تھیں، وہ مختلف صحابۂ کرام کے پاس محفوظ تھیں، حضرت زید بن ثابتؓ نے انہیں یکجا فرمایا تاکہ نیا نسخہ ان ہی سے نقل کیا جائے۔اس طرح خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں قرآن کریم ایک جگہ جمع کردیا گیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں حفاظت قرآن:

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر دور دراز عجمی علاقوں تک پھیل گیا تھا۔ ہر نئے علاقہ کے لوگ ان صحابہ وتابعین سے قرآن سیکھتے جن کی بدولت انہیں اسلام کی نعمت حاصل ہوئی تھی۔صحابۂ کرام نے قرآن کریم حضور اکرم ﷺ سے مختلف قرأتوں کے مطابق سیکھا تھا۔اس لئے ہر صحابی نے اپنے شاگردوں کو اسی قراءت کے مطابق قرآن پڑھایا جس کے مطابق خود انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے پڑھا تھا۔اس طرح قرأتوں کا یہ اختلاف دور دراز ممالک تک پہنچ گیا۔لوگوں نے اپنی قراءت کو حق اور دوسری قرأتوں کو غلط سمجھنا شروع کردیا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اجازت ہے کہ مختلف قرأتوں میں قرآن کریم پڑھا جائے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ اُن کے پاس (حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تیار کرائے ہوئے) جو صحیفے موجود ہیں، وہ ہمارے پاس بھیج دیں۔چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں ایک کمیٹی تشکیل دے کر ان کو مکلّف کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صحیفہ سے نقل کرکے قرآن کریم کے چند ایسے نسخے تیار کریں جن میں سورتیں بھی مرتب ہوں۔چنانچہ قرآن کریم کے چند نسخے تیار ہوئے اور ان کو مختلف جگہوں پر ارسال کردیا گیا تاکہ اسی کے مطابق نسخے تیار کرکے تقسیم کردئے جائیں۔اس طرح امت مسلمہ میں اختلاف باقی نہ رہا اور پوری امت مسلمہ اسی نسخہ کے مطابق قرآن کریم پڑھنے لگی۔بعد میں لوگوں کی سہولت کے لئے قرآن کریم پر نقطے وحرکات (یعنی زبر، زیر اور پیش) بھی لگائے گئے، نیز بچوں کو پڑھانے کی سہولت کے مدنظر قرآن کریم کو تیس پاروں میں تقسیم کیا گیا۔نماز میں تلاوت قرآن کی سہولت کے لئے رکوع کی ترتیب بھی رکھی گئی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اہتمام سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا بنائے، اس کو سمجھ کر پڑھنے والا بنائے، اس کے احکام ومسائل پر عمل کرنے والا بنائے اور اس کے پیغام کو دوسروں تک پہونچانے والا بنائے۔ آمین، ثم آمین۔

محمد نجیب قاسمی (najeebqasmi@yahoo.com)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائل قرآن حکیم

عاشق الٰہی قاسمی

قرآن کریم کی فضیلت ومزیت کی منجملہ شعاعوں میں سے یہ ہے کہ جس شخص نے قرآن ہادی کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا وہ گمراہ ہوگیا۔قرآن مجید میں اللہ رب العزت کی مضبوط رسی ہے،یہی صراط مستقیم ہے،اس کے علاوہ سب گمراہی وضلالت ہے۔

قرآن حکیم کے لطائف ومعارف ومعانی سے علماء سیراب نہیں ہوتے،اللہ والے اکتاہٹ محسوس نہیں کرتے،قرآن عظیم کی جدت وحلاوت بکثرت قرأت وتلاوت کے ختم نہیں ہوتیں،ان کے عجائب منتہی نہیں ہوتے۔

لہذا جس نے اسکوسیکھا سبقت لے گیا،جس نے اسکے مطابق کہا سچا ثابت ہوا،جس نے اس کے مطابق فیصلے کئے وہ عادل کہلایا،جس نے اس پرعمل کیا وہ ماجور ہوا،جس کو اس کی طرف بلایا گیا وہ صراط مستقیم پا گیا۔

الغرض قرآن حکیم:ایک عالمی عظیم الشان معجز کتاب ہے جس نے اسکی حقانیت کا انکار کیا وہ ہلاک ہوا۔

قرآن شریف چونکہ اصل دین ہے،اس کی بقاء واشاعت میں دین کا مدار ہے،اس لئے اسکے سیکھنے سکھانے کی فضیلت بھی عظیم ہے،اسکے مراتب ودرجات بھی متنوع ہیں۔

درجۂ کمال یہ ہے کہ اس کو مطالب ومقاصد سمیت سیکھا جائے اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ صرف الفاظِ قرآن،نقوشِ قرآن کو سیکھا جائے۔یہ واضح امر ہے کہ "قرآن"الفاظ ومعانی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے جیسا کہ اصول فقہ میں اسکی صراحت موجود ہے۔

ملاّ علی قاریؒ شارح بخاری نقل کرتے ہیں کہ جس نے قرآن کریم کو حاصل کرلیا اس نے علوم نبوت کو اپنی پیشانی میں جمع کرلیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر علم چاہتے ہو تو قرآن پاک کے معانی میں غوروفکر کرو کیونکہ اسمیں اولین وآخرین کا علم ہے۔مگر کلام الٰہی کے معنی کے لئے جو شرائط وآداب ضروری ہیں اس کی رعایت ازحد ضروری ہے۔

حضرت ابن ابی الدنیاؒ کا مقولہ ہے:علوم قرآن اور جو اس سے حاصل ہو وہ ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کفارہ نہیں۔

قرآن کریم کی قرأت وتلاوت سے تقرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے۔اللہ رب العزت کی توجہ پڑھنے والوں کی طرف ہوجاتی ہے، نیکوکار فرشتوں کی مانند ہوجاتا ہے اور ان ہی کے ساتھ حشر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث:۔

عَن عائشةَ قالَتْ قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ والَّذِى يَقْرأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ وهُوَ عَلَيهِ شَاق، لَه اَجْرَان (بخاری،ابوداود)

یعنی قرآن کا ماہر جس کو خوب یاد ہو،خوب پڑھتا ہو ان کا حشر فرشتوں کے ساتھ قیامت کے دن ہوگا۔یہ کتنی عظمت اور خوش نصیبی کی بات ہے کہ وہ میدان محشر میں فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔

قرآن ہادی ایسی کتاب ہے جس نے اس پر ایمان لاکرعمل کیا اسکواللہ تعالیٰ عزت، رفعت اور سر بلندی عطا کرتا ہے۔اور جس نے اس سے روگردانی کی اس کواللہ تعالیٰ ذلت اور پستی کی دلدل میں ڈال دیتا ہے۔جیسا کہ خودقران حکیم نے اسکی وضاحت کی ہے۔ **يُضِلُّ بِه كَثِيراً وَيَهْدِئ بِه كَثِيراً (الآية) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤمِنِيْنَ وَلا يَزِيْدُ الظَّالِمِيْنَ اِلَّا خَسَاراً (الآية)**

قال عمر بن الخطاب رضى الله عنه: اما ان نبيكم ﷺ قَدْ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذا الْكِتَابِ اَقْوَاماً وَّيَضَعُ بِه الآخِرِين (رواه مسلم) یعنی اللہ رب العزت اس قرآن کو پڑھنے وعمل کرنے کی وجہ سے سر بلندی عطا کرتا ہے، ذلت، قمت وپستی اسکے برخلاف کرنے کی وجہ سے مسلط کرتا ہے۔

حضرت عامر بن وائلؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت نافع بن عبدالحارثؒ کومکہ مکرمہ کا حاکم بنا رکھا تھا۔ان سے ایک مرتبہ دریافت فرمایا کہ جنگلات کا ناظم کس کو مقرر کر رکھا ہے۔انہوں نے عرض کیا کہ ابن ابزی (**Ibn Abzi**) کو۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا ابن ابزی کون ہے۔انہوں نے عرض کیا ہمارا ایک غلام ہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ غلام کو امیر کیوں بنایا؟ انہوں نے کہا کہ کتاب اللہ کا پڑھنے والا ہے۔تو امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ نے حدیث مذکور کو بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کلام کی بدولت بہت سے لوگوں کو رفع درجات فرماتے ہیں اور بہت سوں کو ذلیل کرتے ہیں۔

قرآن شریف ایسی کتاب ہے جس کے پڑھنے والوں کی فضیلت بکثرت حدیثوں میں آتی ہے۔یہ حدیث ملاحظہ ہو:

عن ابى موسى قالَ قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَثَلُ الْمُؤمِنُ الَّذِئ يَقْرَأُ الْقُرآن مَثَلُ الاترجه رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طيب........الخ...... حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا ایک ارشاد گرامی نقل کیا ہے کہ جو مسلمان قرآن کریم پڑھتا ہے اسکی مثال ترنج کی مانند ہے، اسکی خوشبو بھی عمدہ ہے اور مزہ بھی لذیذ ہے۔اور جو مؤمن قرآن کو نہیں پڑھتا ہے وہ کھجور کی طرح ہے جسمیں خوشبو تو نہیں ہے لیکن مزہ شیرین ہوتا ہے، جو منافق قرآن نہیں پڑھتا ہے اس کی مثال حنظل کے پھل کی طرح ہے کہ مزہ کڑوا اور خوشبو بھی نہیں۔اور جو منافق قرآن پڑھتا ہے اسکی مثال خوشبودار پھل کی طرح ہے، خوشبو عمدہ اور مزہ کڑوا۔ (بخاری ومسلم)

ملاعلی قاریؒ نے بروایت ترمذی نقل کیا ہے کہ قرآن کریم بارگاہ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اس کو جوڑا مرحمت فرمائیں تو حق تعالیٰ شانہ " کرامت " کا تاج مرحمت فرمادیں گے۔پھر وہ زیادتی کی درخواست کرے گا تو حق تعالیٰ اکرام کا پورا جوڑا مرحمت فرمادیں گے۔پھر وہ درخواست کرے گا یا اللہ! اس شخص سے راضی ہوجائیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ رضامندی کا اظہار فرمادیں گے

عن امامه الباهلىؓ قال سمعتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يقولُ: اقرء وا القرآن فَاِنَّه يَاتِى يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعاً لاَصْحَابِه (مسلم) رسول اللہ ﷺ نے امت کو بکثرت قرآن کی تلاوت کا حکم دیا کیونکہ قرآن کی عظمت اور قوت ہے کہ وہ

کل قیامت کے دن پڑھنے والوں کی سفارش کرے گا اور قرآن کی سفارش قبول کی جائے گی۔

قرآن کی قوت کا اندازہ اس حدیث سے بھی لگایا جاسکتا ہے: **عن عبداللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: یقال لصاحب القرآن اقرء وارتق ورتل القرآن ....** حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا۔ پس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہونچے۔ (مسلم)

حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، ہم لوگ صفہ (چبوترہ) میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں کون شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ علی الصباح بطحان یا عقیق بازار میں جائے اور دو اونٹنیاں عمدہ قسم کی بلا کسی گناہ اور قطع رحمی کے پکڑ لائے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص اس کو پسند کرتا ہے۔ تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں جا کر دو آیتوں کا پڑھنا یا پڑھا دینا دو اونٹنیوں سے اور تین آیات کا تین اونٹنیوں سے اسی طرح چار کا چار سے افضل ہے اور ان کے برابر اونٹوں سے افضل ہے۔ (مسلم، ابوداود)

قرآن کی فضیلت صرف پڑھنے والوں تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کے والدین کو بھی انعام واعزاز سے نوازا جائے گا، جیسا کہ حضرت معاذ الجہنی کی مشہور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا، جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو تو کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے بارے میں جو خود اس پر عمل پیرا ہو۔ (رواہ احمد، ابوداود)

والدین کو یہ اجر ان کی کاوش و تعلیم کے سبب ملے گا۔ امام حاکمؒ نے حضرت بریدہؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن کریم پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کو ایک تاج پہنایا جائے گا جو نور سے بنا ہوگا اور اس کے والدین کو ایسے دو جوڑے پہنائے جائیں گے جس کا مقابلہ تمام دنیا نہیں کرسکتی، وہ عرض کریں گے یا اللہ! یہ جوڑے کس صلہ میں ہیں تو ارشاد ربانی ہوگا کہ تمہارے بچے کے قرآن کریم پڑھنے کے عوض میں۔

یہ کتاب اللہ کی فضیلت و برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ والدین کو بھی اعزاز و اکرام سے نوازتے ہیں۔ ایک یہی ایسی کتاب ہے جس پر عمل کرنے سے فتنوں سے نجات مل جاتی ہے اور اسکی تلاوت کی برکت بھی فتنوں سے خلاصی کا سبب ہے، گھر میں کلام الٰہی کی تلاوت سے سکینہ اور رحمت نازل ہوتی ہیں اور شیطانوں کو گھروں سے نکلنا پڑتا ہے۔

قرآن کریم کا مقام:

قرآن کریم کے مقام اور درجہ کا پتہ اس حدیث سے لگتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عرش کے خزانے سے چار چیزیں مجھ کو ملیں اور کوئی چیز اس خزانے سے کسی کو نہیں ملی۔ (۱) سورۂ فاتحہ (۲) آیۃ الکرسی (۳) سورۂ بقرہ کی آخری آیات (۴) سورۂ کوثر

حضرت حسن بصریؒ مرسلاً حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے سورۂ فاتحہ کو پڑھا اس نے گویا توراۃ وانجیل وزبور اور قرآن کو پڑھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ابلیس کو اپنے اوپر رونے اور اپنے سر پر خاک ڈالنے کی چار مرتبہ نوبت آئی۔ ۱) جب اس پر لعنت ہوئی۔ ۲) جب آسمان سے زمین پر ڈالا گیا۔ ۳) جب حضور اکرم ﷺ کو نبوت ملی۔ ۴) جب سورۂ فاتحہ نازل ہوئی۔

مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ آسمان کا ایک دروازہ آج کھلا ہے جو آج سے قبل کبھی نہیں کھلا تھا، پھر اس میں سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک ایسا فرشتہ ہے جو آج سے قبل کبھی نازل نہیں ہوا۔ پھر اس فرشتہ نے عرض کیا کہ دونوروں کی بشارت لیجئے جو آپ سے قبل کسی کو نہیں دئے گئے۔ ایک سورۂ فاتحہ اور دوسرا سورۂ بقرہ کا آخری رکوع والی آیت۔ اسکو نور اس لئے کہا گیا کہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے آگے آگے چلیں گے۔

قرآن کریم کی چند فضیلت ہیں جس کی وجہ سے ہر مؤمن کے دل میں قرآن کی محبت ہے، قرآن کریم کی محبت لازم اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت ملزوم ۔ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے محبت اطاعت ہے، اور اطاعت الٰہی میں کامیابی ہے دنیا وآخرت کی۔

آخر میں آداب تلاوت قرآن پاک ذکر کرنا چاہتا ہوں، جیسا کہ فارسی کا ایک شعر ہے: باادب محروم گشت از فضل رب مسواک ووضو کے بعد کسی یک سوئی کی جگہ میں نہایت وقار وتواضع کے ساتھ رو بہ قبلہ حضور قلب وخشوع قلب کے ساتھ اس طرح تلاوت کرے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو سنا رہا ہے، اگر معانی کو سمجھتا ہے تو تدبر وتفکر کے ساتھ پڑھے، آیات وعد ورحمت ومغفرت پر رحمت طلب کرے، اور آیات وعدہ ووعید پر عذاب سے پناہ مانگے۔ رونے کی کیفیت بنائے اگر از خود رونا نہیں آئے۔

حضرت عکرمہؓ جب قرآن کو پڑھنے کے لئے کھولتے تو کبھی بیہوش والی کیفیت ان پر طاری ہوجاتی۔ اس کے باوجود ان کی زبان پر ہذا کلام ربی، ہذا کلام ربی کا جریان ہوتا۔

قرآن کریم کو رحل یا تکیہ یا اونچی جگہ پر رکھ کر تلاوت کی جائے۔ دوران تلاوت کسی سے بات نہ کی جائے۔ اگر بات کی ضرورت پیش آجاتی ہے تو قرآن کو بند کرکے بات کرے پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر دوبارہ تلاوت شروع کردے۔

اگر مسجد میں پڑھ رہے ہیں اور لوگ موجود ہیں تو آہستہ پڑھیں تو ورنہ بلند آواز سے پڑھنا اولیٰ ہے۔

یہ آداب قرآن ہیں جس کا پاس ولحاظ کرنا مناسب ہے تاکہ نور قرآنی وہدایت قرآنی سے مستفید ہوسکیں۔

اللہ رب العزت قرآن کو ہمارے قلوب کے لئے موسم بہار کی مانند بنائے اور ہمارے سینوں کے نور کو بنائے اور ہماری پریشانی ومصائب کو دور کرنے کے سبب عظیم بنائے۔ اور ان سے بھرپور استفادہ کی توفیق دے۔

عاشق الٰہی قاسمی (abufaisalquasmi@gmail.com)

باسمہ تعالیٰ

تفسیر قرآن......ایک اجمالی تعارف

غفران ساجد قاسمی

چیف ایڈیٹر: بصیرت آن لائن ڈاٹ کام، ریاض، سعودی عرب

۱۔حرف اول

قرآن اللہ کا کلام ہے، جسے اللہ نے اپنی آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تیئیس سال کے طویل عرصہ پر بتدریج نازل کیا۔قرآن آسمانی کتابوں میں سب سے آخری کتاب ہے اورنبیوں میں سب سے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوامت کی ہدایت ورہنمائی کے لیے دیا گیا۔دیگرآسمانی کتابوں اورقرآن میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ دیگرآسمانی کتابیں توریت، زبور، انجیل کوئی بھی اپنی اصلی حالت پرموجودنہیں ہے، زمانہ کے بدلنے کے ساتھ ساتھ بہت ساری تحریفوں کا شکار ہوگئیں، جس کی وجہ کرپہلی قومیں بجائے ان کتابوں سے ہدایت حاصل کرنے کے گمراہی کے دلدل میں دھنستی چلی گئی، لیکن قرآن کریم اس طرح کی تحریفات سے محفوظ ہے، جوکہ خودایک معجزہ ہے، ہرزمانے میں دشمنان اسلام اورشیطان کے پیروؤں نے قرآن کریم میں تحریف کی کوشش کی، لیکن وہ اپنی اس نام کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکے، اوراس کی ایک سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے خودقرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے ”انانحن نزلناالذکر وانالہ‘ لحافظون“اوراس حفاظت کی بہت ساری شکلوں میں سب سے عمدہ اورمعجزاتی شکل قرآن کریم کے انسانی سینہ میں محفوظ کرنا ہے۔یہ قرآن کریم کا ہی اعجاز ہے کہ اسے بچہ، جوان، بوڑھا، مردوعورت جوبھی صدق دل سے یادکرنا چاہے وہ یادکرسکتا ہے جوکہ دنیا کی کوئی دوسری کتاب کواتنی آسانی سے محفوظ کرنامشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔اس کے علاوہ دنیا کی یہ وہ واحدکتاب ہے جس کے سب سے زیادہ زبانوں میں تراجم موجودہیں اورسب سے زیادہ کام بھی اسی کتاب مقدس پرہوا ہے، دنیا کی تمام بڑی وعلاقائی زبانوں میں اس کے تراجم وتفسیرموجودہیں اورتحقیق کرنے والوں نے اس کے حروف، زبرزیرپیش اورنقطوں تک کوشمارکرلیا ہے، جوکہ خوداپنے آپ میں ایک بہت ہی بڑا معجزہ ہے۔الحمدللہ علیٰ ذالک۔

۲۔قرآن کریم کانام اور وجہ تسمیہ:

حضرت مولانامفتی تقی عثمانی مدظلہ‘ نے علوم القرآن میں قرآن کریم کے نام اوروجہ تسمیہ پربحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ علامہ ابوالمعالیؒ نے قرآن کریم کے ۵۵/نام شمارکرائے ہیں اوربعض حضرات نے ۹۰/سے بھی زائدنام لکھے ہیں، دراصل ان حضرات نے قرآن کی صفات، جیسے کریم، مجید، حکیم وغیرہ کوبھی نام میں شمارکرلیا ہے ورنہ قرآن کریم کے صرف پانچ ہی نام ہے جسے خودقرآن نے بتایا ہے: القرآن، الفرقان، الذکر، الکتاب اورالتنزیل، ان میں سب سے مشہورنام ”قرآن“ ہے۔چناں چہ اللہ

تعالیٰ نے کم ازکم ۶۱ رمقامات پرقرآن کواس اس نام سے یاد کیا ہے۔
قرآن دراصل " قـرأ يـقـرأ" سے نکلا ہے جس کے لغوی معنی ہیں ''جمع کرنا'' پھر یہ لفظ پڑھنے کے معنی کے لیے استعمال ہونے لگا کہ اس میں حروف اور کلمات کو جمع کیا جاتا ہے،'قرأ يقرأ' کا مصدر "قراءة" کے علاوہ " قرآن" بھی آتا ہے، چناں چہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:"ان عليناجمعه وقرآنه" (القیامۃ:۱۷) بلاشبہ اس (کتاب) کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ہی ذمہ ہے۔ پھر عربی زبان میں کبھی کبھی مصدر کو اسم مفعول کے معنی میں استعمال کرلیا جاتا ہے ،کلام اللہ کو'قرآن' اسی معنی میں کہا جاتا ہے،''یعنی پڑھی ہوئی کتاب''۔(المفردات القرآن بحوالہ علوم القرآن:۲۴)
قرآن کی بہت سی وجوہ تسمیہ بیان کی گئی ہیں،زیادہ راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اللہ کا یہ نام کفار عرب کی تردید میں رکھا گیا ہے،وہ کہا کرتے تھے:"لاتسمعوا لهٰذا القرآن والغوافيه" (حم السجدۃ:۲۶) تم اس قرآن کو نہ سنو،اوراس کی تلاوت کے دوران لغو باتیں کیا کرو۔
بہرکیف! قرآن کریم کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:"المنزل على الرسول المكتوب في المصاحف المنقول اليناقلامتواترابلاشبهة" اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا،مصاحف میں لکھا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر کسی شبہ کے تواتراً منقول ہے۔(التلویح مع التوضیح بحوالہ علوم القرآن:۲۵) یہ تعریف تمام اہل علم کے درمیان متفق علیہ ہے،اوراس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

۳۔وحی کی ضرورت، حقیقت اوراس کی قسمیں:

قرآن کریم چوں کہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر''وحی'' کے ذریعہ نازل کیا گیا لہٰذا اجمالاً وحی کی ضرورت، حقیقت اوراس کی اقسام کا جاننا ضروری ہے۔
ہر مسلمان کو یہ معلوم ہے کہ اللہ نے انسان کو دنیا میں بے کار نہیں بھیجا ہے بلکہ اس کے ذمہ کچھ کام ہیں جو اسے دنیا میں رہتے ہوئے کرنے ہیں،اوران کاموں کو جاننے کے لیے علم کا ہونا ضروری ہے،اور علم حاصل کرنے کے تین طریقے ہیں،ایک تو انسان کا حواس خمسہ،جس کے ذریعہ وہ دیکھ کر، چھوکر اور سونگھ کر کسی چیز کا علم حاصل کرتا ہے، پھر عقل کے ذریعہ اس کی حقیقت تک پہونچتا ہے،اور جہاں جاکر عقل کام کرنا بند کردیتا ہے وہاں''وحی'' کی ضرورت پڑتی ہے۔اب یہ سمجھیں کہ وحی کیا ہے، "وحی" اور "ایحاء"عربی زبان کے الفاظ ہیں،اور لغت میں ان کے معنی ہیں جلدی سے کوئی اشارہ کردینا،خواہ یہ اشارہ رمزوکنایہ کے طور پر ہو یا کسی اور طریقہ سے ، ہرصورت میں لغۃً اس پر یہ الفاظ صادق آتے ہیں۔(تاج العروس بحوالہ علوم القرآن:۲۸) اس کی بہت ساری مثالیں قرآن میں موجود ہیں، اختصار کی وجہ سے صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں:حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے قرآن نے ارشاد فرمایا:"فخرج علىٰ قومه من المحراب فاوحىٰ اليهم ان

سبحوا بکرۃ وعشیا"۔ (مریم:۱۱) پس وہ اپنی قوم کے سامنے محراب سے نکلے، اور انہیں اشارہ کیا کہ صبح وشام تسبیح کرتے رہا کرو۔

لفظ" وحی" اور"ایحاء" کے معنی دل میں بات ڈالنے کے بھی ہیں، قرآن میں متعدد جگہ اس معنی میں استعمال ہوا ہے، جس میں سے ایک کی مثال ملاحظہ فرمائیں:"واوحیٰ ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا"۔(النحل:۶۸) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں بات ڈال دی کہ تو پہاڑوں میں گھر بنالے۔ لیکن یہ سب اس کے لغوی مفہوم ہیں، شرعی اصطلاح میں وحی کی تعریف یہ ہے:"کلام اللہ المنزل علیٰ نبی من انبیاء ہ"۔(عمدۃ القاری لشرح البخاری بحوالہ علوم القرآن:۲۹) اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو اس کے کسی نبی پر نازل ہو۔ وحی کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"وحی اور ایحاء دونوں الگ الگ لفظ ہیں، اور دونوں میں تھوڑا سا فرق ہے، ایحاء کا مفہوم عام ہے، اور انبیاء پر وحی نازل کرنے کے علاوہ کسی کو اشارہ کرنا اور کسی غیر نبی کے دل میں کوئی بات ڈالنا بھی اس کے مفہوم میں داخل ہے، لہٰذا یہ لفظ نبی اور غیر نبی دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس کے برخلاف "وحی" صرف اس الہام کو کہتے ہیں جو انبیاء پر نازل ہو، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے لفظ" ایحاء" کا استعمال تو انبیاء اور غیر انبیاء دونوں کے لیے کیا ہے، لیکن لفظ "وحی" سوائے انبیاء کے کسی اور کے لیے استعمال نہیں فرمایا"۔(فیض الباری بحوالہ علوم القرآن:۳۰)

وحی کی تین قسمیں ھیں: یہ تقسیم حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے، علامہ فرماتے ہیں کہ ابتداء وحی کی تین قسمیں ہوتی ہیں: ۱۔وحی قلبی، ۲۔کلام الٰہی، ۳۔وحی ملکی: ۱۔وحی قلبی: اس صورت میں باری تعالیٰ براہ راست نبی کے دل میں کوئی بات ڈال دیتا ہے، نبی تک اپنی بات پہونچانے کے لیے فرشتہ کو ذریعہ نہیں بناتا۔ ۲۔کلام الٰہی: اس صورت میں باری تعالیٰ براہ راست اپنے نبی سے مخاطب ہوتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے:"وکلم اللہ موسیٰ تکلیما" (النساء:۱۶۳) اور اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خوب باتیں کیں۔ وحی کی یہ قسم سب سے اعلیٰ وافضل ہے۔(مدارج السالکین بحوالہ علوم القرآن:۳۱) ۳۔وحی ملکی: اس تیسری قسم میں اللہ تعالیٰ کسی فرشتہ کے ذریعہ نبی تک اپنی بات پہونچاتا ہے، اور کبھی یہ فرشتہ آواز کی شکل میں اور کبھی انسانی شکل میں حاضر ہوکر اللہ کا کلام پہونچاتا ہے۔(فیض الباری بحوالہ علوم:۳۱) قرآن کریم نے وحی کی ان تینوں قسموں کو مندرجہ ذیل آیت میں یوں بیان کیا ہے:"ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا اومن وراء حجاب اویرسل رسولا فیوحی باذنہ مایشاء" (الشوریٰ:۵۱) کسی انسان کے لیے ممکن نہیں ہے کہ اللہ اس سے (روبرو ہوکر) بات کرے، مگر دل میں بات ڈال کر یا پردے کے پیچھے سے یا کسی پیغامبر (فرشتے) کو بھیج کر جو اللہ کی اجازت سے جو اللہ چاہے وحی نازل کرے۔

اس آیت میں "وحیا" (دل میں بات ڈالنے) سے مراد پہلی قسم یعنی وحی قلبی ہے اور پردے کے پیچھے سے مراد دوسری قسم کلام الٰہی، اور پیغامبر بھیجنے سے مراد تیسری قسم یعنی وحی ملکی ہے۔

حضورصلی اللہ علیہ وسلم پروحی کے طریقے: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی مختلف طریقوں سے وحی نازل کی جاتی تھی، صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کس طرح آتی ہے؟ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**احیانایاتینی مثل صلصلۃالجرس وھو اشدہ علی فیفصم عنی وقدوعیت ماقال واحیانایتمثل لی الملک رجلا**". (بخاری ۱/۲ بحوالہ علوم القرآن) کبھی تو مجھے گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی ہے، اور وحی کی یہ صورت میرے لیے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے، پھر جب یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے تو جو کچھ آواز نے کہا ہوتا ہے، مجھے یاد ہو چکا ہوتا ہے، اور کبھی فرشتہ میرے سامنے ایک مرد کی صورت میں آجاتا ہے۔ تو گویا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول کی دو کیفیت ہوتی تھی، ایک تو صلصلۃ الجرس، اور دوسرا تمثیل ملک۔ اس کے علاوہ بھی متعدد طریقے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی، علامہ حلیمی کے مطابق ۴۶ رطریقوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی، لیکن حافظ ابن حجرؒ نے صرف ۶ رطریقے بیان کیے ہیں، جن میں مذکورہ دونوں طریقے بھی شامل ہیں اور اس کے ساتھ کلام الٰہی کے طریقہ سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی جس کی مثال واقعہ معراج ہے۔

یہ بات ذہن نشیں رہے کہ وحی صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے، اس کے علاوہ جو اولیاء اللہ وغیرہ یا اللہ کے کسی خاص بندہ کے ساتھ کچھ خصوصی معاملات ہوتے ہیں وہ کشف والہام ہوتا ہے۔ (فیض الباری بحوالہ علوم القرآن: ۳۹)

وحی متلو اور غیر متلو: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی وہ طرح کی تھی، ایک وحی متلو، دوسرا وحی غیر متلو، متلو کا مطلب جس کی تلاوت کی جائے، لہٰذا قرآن وحی متلو ہے، جس میں اسلامی تعلیمات کو اجمالاً ذکر کیا گیا ہے، اور جزوی تفصیلات کے لیے وحی غیر متلو ہے جو صحیح احادیث کی شکل میں قرآن کی تفسیر اور اسلامی احکام کو واضح طریقہ سے بیان کرنے کے لیے محفوظ ہے۔ وحی متلو کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ کی طرف سے ہیں جس میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے، لیکن وحی غیر متلو میں مضامین تو اللہ کی طرف سے عطا کیے گئے البتہ ان مضامین کو تعبیر کرنے کے لیے الفاظ کا انتخاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا ہے۔ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی متلو اور غیر متلو کی جانب اس طرح اشارہ فرمایا ہے: "**اوتیت القرآن ومثلہ ومعہ**". مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اسی جیسی دوسری تعلیمات بھی'۔ اس حدیث میں قرآن کے ساتھ "جن دوسری تعلیمات" کا ذکر ہے ان سے مراد یہی وحی غیر متلو ہے۔ (الاتقان بحوالہ علوم القرآن: ۴۱)

قرآن کریم سے متعلق ان بنیادی باتوں کو جان لینے کے بعد آئندہ سطروں میں تفسیر قرآن سے متعلق گفتگو کی جائے

گی۔درحقیقت علوم قرآن یا تفسیر قرآن اتنا وسیع موضوع ہے کہ اسے چند صفحات میں سمیٹنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے،متقدمین علماء نے اس سلسلہ میں بڑا کام کیا ہے اور آج ہمارے پاس اس باب میں جو کچھ موجود سرمایہ ہے وہ ان ہی اکابر کی دین ہے۔عربی زبان کے علاوہ اردو زبان میں بھی اس موضوع پر بہت کام ہوا ہے اور انشاءاللہ آئندہ بھی ہوتا رہے گا،لیکن فی الوقت اس مضمون کی تیاری میں میرے سامنے دو اہم کتاب موجود ہے جس سے اس مقالہ کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہے وہ ہے مفتی تقی عثمانی صاحب کی علوم القرآن اور پروفیسر غلام حریری کی تاریخ تفسیر ومفسرین۔

٤۔تفسیر کیا ھے ؟

"تفسیر" دراصل "فسر" سے نکلا ہے،جس کے معنی ہیں کھولنا،اور اس علم میں چوں کہ قرآن کریم کے مفہوم کو کھول کر بیان کیا جاتا ہے،اس لیے اسے "علم تفسیر" کہتے ہیں،قدیم زمانے میں تفسیر کا اطلاق قرآن کریم کی تشریح ہی پر ہوتا تھا۔چناں چہ علامہ زرکشی نے تفسیر کی مختصر تعریف ان الفاظ میں کی ہے:"**علم یعرف بہ فھم کتاب اللہ المنزل علیٰ نبیہ محمدصلی اللہ علیہ وسلم وبیان معانیہ وستخراج احکامہ وحکمہ**" "یعنی وہ علم جس سے قرآن کریم کا فہم حاصل ہو،اوراس کے معانی کی وضاحت اوراس کے احکام اور حکمتوں کا استنباط کیا جاسکے"۔(البرہان ۱۳/۱بحوالہ علوم القرآن:۳۲۳)

علامہ آلوسی نے روح المعانی میں تفسیر کی اصطلاحی تعریف مزید واضح انداز میں کچھ اس طرح کی ہے:"**علم یبحث فیہ عن کیفیة النطق بالفاظ القرآن ومدلولاتھا واحکامھا الافرادیة والترکیبیة ومعانیھا التی تحمل علیھا حالة الترکیب وتتماست لذالک**" "علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی ادائے گی کے طریقے،ان کے مفہوم،ان کے افرادی اور ترکیبی احکام اور ان معانی سے بحث کی جاتی ہے جو ان الفاظ سے ترکیبی حالت میں مراد لیے جاتے ہیں،نیز ان معانی کا تکملہ،ناسخ ومنسوخ،شان نزول اور مبہم قصوں کی توضیح کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے"۔(روح المعانی:۴/۱بحوالہ علوم القرآن:۳۲۴)

تفسیر اور تاویل: قدیم زمانے میں تفسیر کے لیے ایک اور لفظ تاویل کا استعمال ہوتا تھا،اور خود قرآن نے بھی اس لفظ کو تفسیر کے معنی میں استعمال کیا ہے:"**وما تاویلہ الا اللہ**"،بعد کے علماء نے اس میں اختلاف جتاتے ہوئے فرمایا کہ دونوں الگ الگ لفظ ہیں لیکن امام ابوعبیدہ نے فرمایا کہ دونوں مترادف لفظ ہیں اور یہی صحیح بھی ہے۔

۵۔تاریخ تفسیر:

پروفیسر غلام احمد حریری نے تفسیر کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے:۱۔عہد رسالت،۲۔عہد صحابہ،۳۔عہد تابعین،۴۔زمانہ تدوین تفسیر،۵۔تدوین تفسیر کے بعد کا زمانہ۔

الف۔عہد رسالت: قرآن کے عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے اس زمانہ کے لوگوں کے لیے قرآن کا سمجھنا زیادہ دشوار نہ تھا، پھر یہ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہر اجمال کی تفصیل بیان کرنے کے لیے موجود تھی، جیسا کہ خود قرآن کریم نے اس جانب اشارہ کیا ہے: "**وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم**" اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ اسے لوگوں کے لیے واضح کردیں۔ چناں چہ تفسیر کا سب سے بیش قیمت سرمایہ وہ تفسیری روایات ہیں جو مختلف کتب حدیث میں منقول ہیں۔امام بخاری نے ان احادیث کو یکجا کرکے "تفسیر قرآن" کے نام سے ایک مستقل باب ترتیب دیا ہے۔

ب۔عہد صحابہ: اللہ کے رسول صلی اللہ کے بعد جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو مسائل بھی نئے نئے جنم لینے لگیں، جن کے حل کی ذمہ داری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تھی، بقول ابن خلدون فہم قرآن میں تمام صحابہ کا معیار یکساں نہ تھا، اور انداز تفسیر بھی مختلف تھا، صحابہ قرآن کی وہی تفسیر بیان کرتے جو انہوں نے بالواسطہ یا بلاواسطہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں، یا نزول قرآن کا جو سبب انہوں نے خود مشاہدہ کیا تھا، خلفائے راشدین میں تفسیری روایات سب سے زیادہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہیں، مگر بحیثیت مجموعی تمام صحابہ میں سب سے زیادہ تفسیری روایات حضرت عبداللہ بن عباس کی جانب منسوب ہیں۔

ج۔عہد تابعین: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد تفسیر کا نیا دور شروع ہوتا ہے۔اور یہ دور تابعین کا ہے جنہوں نے صحابہ کے چشمۂ فیض سے اپنی علمی پیاس بجھائی تھی، اس زمانہ میں بڑے نامور مفسر پیدا ہوئے جن میں مجاہد عطا ابن ابی رباح عکرمہ، سعید بن جبیر، حسن بصری، ابوالعالیہ ضحاک اور قتادہ بہت ممتاز ہیں۔ایسا سمجھا جاتا ہے کہ فن تفسیر کی ابتداء سعید بن جبیر نے کی، انہوں نے عبدالملک بن مروان کی فرمائش پر تفسیر لکھی تھی، جو کہ عطا بن دینار کے نام سے مشہور ہے۔

مکہ، مدینہ اور بصرہ اس دور میں تفسیر کے اہم مراکز تھے۔ مکہ میں حضرت ابن عبداللہ ابن عباس کے تلامذہ کا فیض جاری تھا جن میں مجاہد کا پایہ بلند تھا، ابن تیمیہ کے بقول امام شافعی، احمد بن حنبل اور امام بخاری ان پر بہت اعتماد کرتے تھے۔مدینہ میں مکتب تفسیر کی بنیاد حضرت ابی بن کعب کی مساعی کی مرہون منت ہے۔کوفہ کے مکتب تفسیر کی بنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پڑی، یہاں علقمہ بن قیس مسروق، اسود بن یزید اور عامر شعبی نے بہت شہرت حاصل کی۔بصرہ میں حسن بصری تفسیر میں مرجع الخلائق تھے۔

د۔عہد تدوین تفسیر: اس زمانہ کی شروعات تفسیر کے تدوین سے ہوتی ہے۔یہی وہ دور ہے جس میں صحیح معنوں میں تفسیر نگاری کی بنیاد پڑی۔ یہ دور اموی خلافت کے اواخر سے لے کر خلافت عباسیہ تک پھیلا ہوا ہے۔زمانہ تدوین سے قبل تفسیری روایات حدیث نبویہ کے ساتھ محفوظ تھیں، لیکن اب تفسیر حدیث نبوی سے الگ ہو کر ایک جداگانہ فن کی صورت اختیار کرلی۔اب قرآن کی

ترتیب کے مطابق ہر ہر آیت اور سورت کی الگ تفسیر بیان کی جانے لگی،اس میں ابن ماجہ،ابن جریر طبری،ابن ابی حاتم،امام حاکم اور دیگر اکابر محدثین نے حصہ لیا۔یہ تفاسیر سندا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین اور تبع تابعین سے منقول ہیں۔ان میں تفسیر بالماثور کے علاوہ کوئی دوسری چیز مذکور نہیں،البتہ ابن جریر طبری نے تفسیری اقوال ذکر کر کے ان کی توجیہ کی۔بعض کو راجح اور بعض کو مرجوح قرار دیا۔جلال الدین سیوطی نے تفسیر ابن جریر کے بارے میں لکھا ہے کہ:''اگر تم مجھ سے دریافت کرو کہ کس تفسیر پر اعتماد کیا جائے تو میں کہوں گا کہ ابن جریر پر جس کے بارے میں علماء کا قول ہے کہ اس جیسی کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی۔''

س۔تفسیر عہد تدوین کے بعد:یہاں سے تفسیر کا پانچواں دور شروع ہوتا ہے۔اور یہ تفسیر کا طویل ترین دور ہے جو خلافت عباسیہ سے شروع ہو کر عصر حاضر تک پھیلا ہوا ہے۔اس دور کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر غلام احمد حریری لکھتے ہیں:''اس سے قبل تک تفسیر کا انحصار منقول روایات پر تھا،اس دور میں عقل ونقل کا امتزاج واختلاط کا آغاز ہوا،صرف ونحو اور عربیت سے متعلق علوم مدون ہوئے۔فقہی مسالک منظر عام پر آئے اور کلامی مسائل نے سر نکالا،عباسی خلافت میں گروہی تعصب آخری حد تک پہونچ گیا،مختلف اسلامی فرقے اپنے مخصوص افکار وعقائد کی دعوت دینے لگے،منطق وفلسفہ سے متعلق کتب کا یونانی سے عربی میں ترجمہ کیا گیا،اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ سب علوم تفسیر کے ساتھ گھل مل گئے۔جو شخص کسی علم وفن میں کمال رکھتا تھا،اس کی تفسیر اسی علم تک محدود ہو کر رہ گئی۔''(تاریخ تفسیر ومفسرین:٦)

٦۔تفسیر کے مآخذ:

علم تفسیر کا تعارف جان لینے کے بعد اب یہ جاننا ضروری ہے کہ علم تفسیر کے مآخذ کیا ہیں،یعنی وہ کون سے ایسے ذرائع ہیں جن کی مدد سے ہم قرآن کی تفسیر معلوم کر سکتے ہیں؟اس کے لیے سب سے پہلے یہ بات ذہن میں رہے کہ قرآن کریم میں دو طرح کی آیات ہیں،ایک تو اتنی واضح ہیں کہ صرف لغت سے واقف شخص اس کی تفسیر سمجھ سکتا ہے،دوسرے جس میں کوئی اجمال،ابہام یا تشریحی دشواری پائی جاتی ہے ان کو سمجھنے کے لیے اس کے پورے پس منظر کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے،صرف عربی زبان کا جاننا کافی نہیں ہے،اس کے لیے جن علوم کی ضرورت پڑتی ہے،ذیل میں ان کو مختصرا بیان کیا جا رہا ہے۔

الف۔قرآن کریم: تفسیر قرآن کا سب سے پہلا ماخذ خود قرآن کریم ہے،یعنی ایک آیت بعض اوقات دوسری آیت کی تفسیر بیان کر دیتی ہے،جیسے:''**اھدنا الصراط المستقیم،صراط الذین انعمت علیھم**''.''ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت کیجیے،ان لوگوں کے راستے کی جن پر آپ نے انعام فرمایا۔''

یہاں یہ واضح نہیں کیا گیا کہ وہ لوگ کون ہیں جن پر انعام کیا گیا،اس کی وضاحت مندرجہ ذیل آیت سے کر دی:''**فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین**.''(نساء:٦٩)یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے

انعام فرمایا یعنی انبیاء صدیقین، شہدا اور نیک لوگ۔

ب۔ احادیث نبویہ: تفسیر قرآن کا دوسرا ماخذ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں، قرآن کریم نے متعدد مقامات پر یہ واضح فرمایا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں مبعوث فرمانے کا مقصد یہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول وفعل سے آیات قرآنی کی تفسیر فرمائیں، چناں چہ سورۂ نحل میں ارشاد ہے: "**وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم**" (النحل: ۴۴) اور ہم نے قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی لیے نازل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے وہ باتیں وضاحت سے بیان فرمادیں، جو ان کی طرف نازل کی گئی ہیں۔

ج۔ آثار صحابہ: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت وہ خوش نصیب جماعت ہے جنہوں نے براہ راست اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی تعلیم حاصل کی، ان میں بعض حضرات ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنی پوری زندگی صرف قرآن اور علوم قرآنی کے حصول میں صرف کردیا، حالاں کہ یہ حضرات اہل زبان بھی تھے لیکن اس کے باوجود اپنی زبان دانی پہ بھروسہ نہ کرتے ہوئے انہوں نے قرآن کے ایک ایک آیت کی تشریح وتفسیر براہ راست اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی۔ امام ابوعبدالرحمٰن سلمی مشہور تابعی عالم ہیں وہ فرماتے ہیں: ''صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے جو حضرات قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے، مثلاً: حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہم، انہوں نے ہمیں بتایا کہ وہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیتیں سیکھتے تو ان سے اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے، جب تک کہ ان تمام آیتوں کی علمی وعملی باتوں کا علم نہ حاصل کرلیں۔'' (علوم القرآن: ۳۳۸) اسی لیے مسند احمد میں حضرت انسؓ سے مروی ہے: "**کان الرجل اذاقرأ البقرۃ وآل عمران جدفی اعیننا**" (الاتقان بحوالہ علوم: ۳۳۸) جب کوئی شخص سورۂ بقرہ اور آل عمران پڑھ لیتا تو ہماری نگاہوں میں وہ بہت قابل احترام ہوجاتا تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو علوم قرآن اور تفسیر قرآن سے کس قدر شغف تھا اور اس کے حصول کے لیے کس طرح کوشاں رہتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس اظہار شوق سے واضح ہے: ''اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ کتاب اللہ کی کوئی آیت ایسی نازل نہیں ہوئی جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کس کے بارے میں اور کہاں نازل ہوئی؟ اور اگر مجھے اس شخص کا پتہ چلے جو کتاب اللہ کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہو اور سواریاں اس کے پاس پہونچا سکتی ہوں تو میں اس کے پاس ضرور جاؤں گا۔'' (ابن کثیر بحوالہ علوم: ۳۳۹)

چناں چہ احادیث کے بعد تفسیر قرآن کا تیسرا بڑا ماخذ ان صحابہ کرام کے اقوال ہیں جنہوں نے اسے بڑی محنت ومشقت اور جانفشانی سے حاصل کیا۔ یاد رکھیں صحابہ کے اقوال تفسیر میں حجت بننے کے لیے بھی کچھ شرائط ہیں جو علوم قرآن کی بڑی کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

د۔اقوال تابعین: تفسیر قرآن کا چوتھا ماخذ تابعین کے اقوال ہیں، گرچہ اس میں اختلاف ہے کہ تابعین کا قول تفسیر میں حجت ہے یا نہیں؟ حافظ ابن کثیر نے اس سلسلہ میں بڑا اچھا محاکمہ کیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اگر تابعی اگر کوئی تفسیر کسی صحابی سے نقل کر رہا ہو تو اس کا حکم وہی ہے جو صحابہ کرامؓ کی تفسیر کا ہے، اور اگر خود اپنا قول بیان کرے تو دیکھا جائے گا کہ دوسرے کسی تابعی کا قول اس کے خلاف ہے یا نہیں؟ اور اگر خلاف ہو تو پھر تابعی کا قول حجت نہیں ہوگا، بلکہ اس آیت کی تفسیر کے لیے قرآن کریم، لغت عرب، احادیث نبویہ، آثار صحابہ اور دوسرے شرعی دلائل پر غور کر کے فیصلہ کیا جائے گا، اور اگر تابعین کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہو تو بلا شبہ ان کی تفسیر حجت اور واجب الاتباع ہوگی۔ (ابن کثیر بحوالہ علوم: ۳۴۱)

س۔لغت عرب: قرآن کریم کی تفسیر کا پانچواں ماخذ ''لغت عرب'' ہے، یعنی قرآن کریم کی ایسی واضح آیت جس کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے کسی تشریح کی ضرورت نہ ہو اور نہ ہی اس کے لیے کسی تاریخی پس منظر کا جاننا ضروری ہو تو ایسی آیات کی تفسیر کا واحد ماخذ عربی لغت ہوگا۔ لیکن جہاں ابہام ہو اور اس کی تفصیل کی ضرورت ہو تو پھر وہاں احادیث نبوی، آثار صحابہ اور تابعین کے اقوال تفسیر کے لیے بنیادی حیثیت ہوں گے اور معاونت کے لیے لغت کا استعمال ہوگا، کیوں کہ عربی زبان ایک وسیع زبان ہے جس میں بیک وقت ایک ایک لفظ کئی کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں احادیث نبویہ، آثار صحابہ اور تابعین کے اقوال کی بنیاد پر تفسیر کی جائے گی صرف زبان کافی نہ ہوگا۔ لغت کی اسی وسعت کے پیش نظر بعض حضرات نے تو لغت کو ماخذ ماننے سے بھی انکار کر دیا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی جانب ایک قول منسوب ہے کہ وہ لغت سے تفسیر کرنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ لیکن علامہ زرکشی نے اس کی یہ کہہ کر تردید کی ہے کہ امام محمد کا مقصد لغت کو کلیۃً خارج کرنا نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ عام فہم معنوں کو چھوڑ کر ایسے معنوں کا استعمال کرنا جو کہ متروک ہو چکا ہو اور اس کی مضبوطی کے لیے محاورات عرب میں بھی اس کی مثال نہ پائی جاتی ہو ایسے لغت سے تفسیر بیان کرنا ممنوع ہے، جس کی ایک واضح مثال سرسید احمد خاں کی تفسیر میں ملتی ہے: ملاحظہ فرمائیں: اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ: ''واضرب بعصاک الحجر''، یعنی اپنے عصا کو پتھر پر مارو، اہل لغت یقیناً اس کا یہی ترجمہ فرمائیں گے کہ عصا کو پتھر پر مارنے کے لیے بولا گیا ہے، لیکن سرسید احمد خاں نے اس کا ترجمہ یوں کیا: لاٹھی کے سہارے اس چٹان پر چلو۔ (تفسیر القرآن سرسید بحوالہ علوم: ۳۴۳) جو کہ اس کی دلیل نہ تو عربی لغت میں کہیں ملتی ہے اور نہ ہی محاورات عرب میں اس کا استعمال کی نظیر ملتی ہے۔

ش۔عقل سلیم: تفسیر کا چھٹا ماخذ عقل سلیم ہے، عقل سلیم انسان کا ایک ایسا ساتھی ہے جس کی اسے ہر وقت ضرورت ہے، دنیاوی امور بھی بغیر عقل سلیم کے انجام دینا نہایت ہی مشکل ہے، گذشتہ پانچوں ماخذ سے استفادہ کرنے کے لیے بھی اسے اس عقل سلیم کی ضرورت ہے، لیکن یہاں پر عقل سلیم کو مستقل ایک ماخذ شمار کرانے کی ضرورت اس لیے پڑی کہ قرآن کریم کے اسرار و معارف کی کوئی انتہا نہیں ہے، اور اس میں غور وفکر اور تدبر کی ضرورت ہر زمانے میں ہے، یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اب قرآن

کریم کے اسرار و معارف اور اس کے رموز و نکات پر غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہر دور اور ہر زمانے میں اس دور کے لحاظ سے اس کی ضرورت پڑے گی، اور جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ نے علم نافع اور عقل سلیم کے ساتھ خشیت و انابت کی دولت سے نوازا ہے وہ ہر دور میں قرآن کریم میں تدبر کرتے رہیں گے، یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ قرآن کریم پر کچھ نہ کچھ کام ہوتا رہا ہے اور ہر دور کے مفسرین نے کچھ نئے نکات سے تفسیری علوم کو مزین کیا ہے، یہی وہ وجہ تھی جس کی بنا پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے تفسیر کی تفہیم اور دین میں سمجھ کی دعا فرمائی تھی: "**اللهم علمه التاويل وفقهه في الدين**" اے اللہ! اس کو تفسیر کا علم اور دین کی سمجھ عطا فرما۔

لیکن اس سلسلہ میں ایک اصول ہمیشہ ذہن نشیں رکھیں کہ عقل و فہم سے مستنبط کیے ہوئے وہی اصول قابل قبول ہوں گے جو گذشتہ پانچ اصولوں یعنی قرآن و حدیث، آثار صحابہ و تابعین سے متصادم نہ ہوں ورنہ اسے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا جائے گا۔

۷۔ تفسیروں میں اسرائیلی روایات اور اس کا حکم:

تفسیروں میں اسرائیلی روایات کا ایک بڑا حصہ موجود ہے، اسرائیلیات یا اسرائیلی روایات سے مراد وہ چیزیں ہیں جو یہودیوں یا عیسائیوں سے ہم تک پہونچی ہیں، ان میں سے بعض تو براہ راست بائبل سے لی گئی ہیں یا بعض ان کی شروح سے یا بعض وہ علوم ہیں جو سینہ بہ سینہ منتقل ہو کر پہونچی ہیں، جو عرب کے یہود و نصاریٰ کے درمیان مشہور تھیں، اس سلسلہ میں صاحب تفسیر ابن کثیر نے ان اسرائیلی روایات کو تین درجوں میں تقسیم کر دیا ہے: ۱۔ ایسی روایات جس کی تصدیق خارجی دلائل سے ہو چکی ہیں، جیسے فرعون کا غرق ہونا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ وغیرہ، یہ اس لیے قابل اعتبار ہیں کہ قرآن واحادیث نے ان کی تصدیق کر دی ہے۔ ۲۔ دوسری قسم کی وہ روایات ہیں جن کا جھوٹا ہونا خارجی دلائل سے ثابت ہو چکا ہے جیسے یہ کہانی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام آخری عمر میں (نعوذ باللہ) بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے، قرآن نے صریح لفظوں میں اس کی تردید کی ہے، لہٰذا اس طرح کی روایتیں نا قابل اعتبار ہیں۔ ۳۔ تیسری قسم ان اسرائیلی روایات کی ہیں جن کے بارے میں خارجی طور پر نہ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ جھوٹی ہیں یا سچی، مثلاً تورات کے احکام وغیرہ، اس طرح کی روایتوں کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "**لاتصدقوها ولاتكذبوها**" نہ ان کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب۔ اس قسم کی روایات کو بیان کرنا تو جائز ہے لیکن نہ ان پر کسی دینی مسئلہ کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے اور نہ ان کی تصدیق کی جا سکتی ہے اور نہ تکذیب، اس قسم کی روایات کو بیان کرنے کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے، بہتر یہی ہے کہ اس طرح کی روایات کو بیان ہی نہ کیا جائے۔

۸۔ تفسیر بالرائے:

تفسیر بالرائے کا مطلب ہے قرآن کریم کی آیات کے سلسلہ میں اپنی جانب سے کوئی بات کہنا جیسا کہ یہ کہے کہ اس آیت کے

بارے میں میرا یہ خیال ہے اور اپنی اس رائے کو مدلل کرنے کے لیے قرآن وحدیث یا آثار صحابہ وتابعین کی کسی بات کا حوالہ نہ دے، بلکہ اپنی عقل کے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا رہے، ایسی صورت میں بسا اوقات ممکن ہے کہ اس کا تیر نشانہ پر لگ جائے لیکن پھر بھی قرآن کریم کے بارے میں اس طرح کی رائے زنی اور تبصروں کی کوئی جگہ نہیں جو اصول تفسیر اور صحابہ وتابعین وجمہور مفسرین کرام کے نقش قدم سے ہٹ کر ہو، ایسی ہی تفسیر بالرائے کے سلسلہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ نے سخت وعید کی ہے، ارشاد فرمایا: "**من تکلم فی القرآن برأیه فاصاب فقد اخطأ**" جس نے قرآن کریم کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہا تو اگر چہ صحیح بات بھی کہا تو اس نے غلطی کی۔ اسی طرح ایسے ہی بے پر کی اڑانے والوں کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوا مقعده فی النار**" جو شخص قرآن کریم کے معاملے میں بغیر علم کے کوئی بات کہے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔ تفسیر کے لیے جو اصول احادیث وآثار صحابہ وتابعین اور علمائے تفسیر نے متعین کیے ہیں انہی دائروں میں رہ کر قرآن میں غور وفکر اور تدبر کرنا چاہیے، ورنہ یہیں سے گمراہی کے دروازے کھلنے شروع ہو جاتے ہیں۔

۹۔تفسیر میں گمراہی کے اسباب:

تفسیر میں گمراہی کا سب سے بڑا سبب تفسیر بالرائے ہے، تفسیر بالرائے گمراہی کا دروازہ ہے، جو اسے گمراہی کے مہیب غار میں ڈھکیل دیتا ہے، اور ہمارے سامنے اس کی بہت ساری مثالین ہیں جن حضرات نے تفسیر میں اپنی رائے کا استعمال کیا اور اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائے وہ بجائے ہدایت پانے کے گمراہی کے راستے پر چل پڑے، اور ایسے لوگوں سے اسلام کو بڑا نقصان پہونچا ہے۔ تفسیر میں گمراہی کے بہت سارے اسباب میں سے سب سے اہم سبب نااہلیت بھی ہے، یعنی قرآن کی تفسیر کے لیے جو علم ناگزیر ہیں ان کو حاصل کئے بغیر تفسیری نکات بیان کرنا، علمائے تفسیر نے ایسے دس علوم کی نشاندھی کی ہے جو تفسیر کے لیے ناگزیر ہیں ان پر کامل مہارت کے بغیر اگر کوئی شخص اس میدان میں زور آزمائی کرتا ہے تو پھر وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے، ان علوم میں: علم اصول تفسیر، علم حدیث، اصول حدیث، اصول فقہ، علم نحو، علم صرف، علم لغت، علم ادب عربی اور علم بلاغت، جب تک کوئی شخص ان تمام علوم کا ماہر نہیں ہوگا وہ تفسیر قرآن کریم کے لیے نااہل ہے، اسے کسی قسم کی تفسیری نکات بیان کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

آج اگر کوئی ڈاکٹر کسی انجینیر کے کام میں مشورہ دے تو اسے دنیا کا سب سے بڑا پاگل سمجھا جائے گا، اسی طرح اگر سول انجینئر کسی سائنس داں کو سائنس کے گر سکھانے لگے تو یقیناً اسے کسی مشہور پاگل خانہ میں داخل ہونے کا مشورہ دیا جائے گا، لیکن عجیب وغریب المیہ ہے یہ کہ ہر کس وناکس دین اسلام کے تئیں اپنا گراں قدر مشورہ دینا اپنا دینی واخلاقی فریضہ سمجھتا ہے، ایک ایسا شخص جو خود کے معاملات میں اپنی عقل کا استعمال نہیں کر پاتا لیکن جب قرآن وحدیث کا معاملہ آتا ہے تو وہ عقل سلیم کے ہونے کا دعویٰ

کر کے تفسیری نکات بیان کرنا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتا ہے،ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو شخص بغیر علم کے قرآن کریم کے بارے میں گفتگو کرے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔الامان والحفیظ۔

۱۰۔تفسیراورمستشرقین:

جہاں مستشرقین نے اسلام کے دیگر گوشوں پہ اپنی نگاہ بدڈالی ہے وہیں انہوں نے تفسیر قرآن کو بھی اپنی بدنیتی سے محفوظ نہیں رکھا ہے،اور تفسیر قرآن کے ساتھ ساتھ جمع قرآن اور حفاظت قرآن پر بے تکے سوالات اور نئے نئے شبہات پیدا کئے تا کہ عام فہم علم رکھنے والا شخص قرآن کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا ہو جائے،لیکن یہ بھی ایک حقیقت واقعہ ہے کہ جہاں کچھ متعصب اور اسلام دشمن مستشرقین نے حفاظت قرآن کے سلسلہ میں شبہات پھیلائے وہیں بہت سارے غیر مسلم اور مغربی مفکرین نے قرآن کی حقانیت کا برملا اقرار کیا اور اپنی تحریروں کے ذریعہ لوگوں کے شبہات کو دور کیے۔وقت کی قلت کی باعث مستشرقین کی جانب سے اٹھائے گئے شبہات کا ہم صرف اجمالی تذکرہ کریں گے،مشہور مستشرق ایف بہل (Buhl) نے یہ دعویٰ کر کے گمراہ کرنے کی کوشش کی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ کے ابتدائی زمانہ کی کچھ آیات محفوظ نہیں ہے،اسی طرح مستشرق ڈی ایس مارگولیوتھ نے صحیحین کی اس حدیث کی بنیاد پر قرآن کریم کی حفاظت کو مشکوک بنانے کی کوشش کی،وہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک رات ایک صحابی کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قرآن کریم پڑھتے ہوئے سنا تو یہ فرمایا کہ:"رحمه الله، لقد اذكرني آية كنت انسيتها" کہ اللہ ان پر رحم کرے،انہوں نے مجھے ایک ایسی آیت یاددلادی جو مجھ سے بھول گئی تھی۔(صحیح بخاری بحوالہ علوم:۲۱۵) مارگولیوتھ نے اور بھی کئی اعتراضات کیے ہیں جن کا یہاں پہ ذکر کرنا مشکل ہے،اسی طرح مشہور مستشرق پروفیسر منٹگمری واٹ نے عہد صدیقی میں جمع قرآن پر بہت سارے اعتراضات کیے ہیں،لیکن واضح رہے کہ مستشرقین اوران جیسے غیر مسلم متعصب مصنفین کے جتنے بھی اعتراضات ہیں ان سب کا علماء نے بڑا کافی شافی اور مدلل جواب دیا ہے،حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام اعتراضات ہی باطل ہیں کیوں کہ خود باری تعالیٰ نے حفاظت قرآن کریم کا وعدہ کیا ہے جس میں انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ ایک نقطہ برابر بھی ہیر پھیر کر دے۔اللہ کا ارشاد ہے:"انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون" (الحجر:) ہم نے ہی قرآن کریم نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔اس کے ساتھ ہی ایک بات اور ذہن نشین رہے کہ یہی پروفیسر منگمری واٹ اوران کے دیگر مستشرقین رفقاء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت،دیانت اور امانت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بھی مانا ہے،لیکن پھر بھی ہدایت نہیں پاسکے۔"والله يهدى من يشاء."

۱۱۔قرون اولیٰ کے چند اہم مفسرین اور ان کی تفسیریں:

قرون اولیٰ کے مفسرین میں عہد صحابہ کے مایہ ناز مفسرین میں مندرجہ ذیل حضرات کا نام نمایاں ہے:حضرت عبداللہ بن

عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابی بن کعبؓ وغیرہ۔عہد صحابہ کے مفسرین میں حضرت عبداللہ بن عباس کوایک خاص مقام حاصل ہے،ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ''ترجمان القرآن'' کا خطاب دیا۔عہد صحابہ کے بعد دور تابعین کے مفسرین میں حضرت مجاہدؒ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت عکرمہ، حضرت طاؤس، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت سعید بن المسیب ،حضرت عروہ بن الزبیرؓ، حضرت حسن بصری، حضرت قتادہ اور حضرت ضحاک رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین وغیرہ کا نام شامل ہے۔

۱۲۔قرون اخریٰ کے چند اہم مفسرین اور ان کی تفسیریں:

قرون اولیٰ کے مفسرین کے صرف اسماء گرامی کے تذکرہ پر ہم نے اکتفاء کیا،لیکن قرون اخریٰ کے مفسرین کے ناموں کے ساتھ ان کی تفسیر کا نام بھی شمار کرایا جائے گا، متاخرین مفسرین میں ابن کثیر کو نمایاں درجہ حاصل ہے اسی طرح ان کی تفسیر ابن کثیر کا شمار بھی اعلیٰ تفسیروں میں ہوتا ہے،اس کے بعد امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر، قاضی ابی السعود کی تفسیر ابی السعود، علامہ ابوعبداللہ محمد القرطبی کی تفسیر قرطبی، علامہ آلوسی کی روح المعانی کا شمار بھی اہم مفسرین اور اہم تفسیروں میں ہوتا ہے۔

متاخرین کے تذکروں میں یہ تو عربی تفسیروں کا تذکرہ تھا، برصغیر میں اردو زبان میں جو تفسیری کام ہوئے ان میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ رحمۃ اللہ علیہ کی ''بیان القرآن'' خصوصی اہمیت کی حامل ہے،اس کے بعد مفتی شفیع صاحب علیہ الرحمہ کی تفسیر ''معارف القرآن''علامہ عبدالماجد دریابادی کی ''تفسیر ماجدی'' کا نام سرفہرست آتا ہے،اسی طرح حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن پر علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا تفسیری نوٹ اپنی اہمیت وافادیت کے اعتبار سے بہت ساری خصوصیتوں کا حامل ہے۔

۱۳۔حرف آخر:

علوم قرآنی بہت ہی وسیع موضوع ہے،اس مختصر سے مقالہ میں ان سب کا احاطہ مشکل ہی نہیں ناممکن ہے، جب سے تفسیر کا فن مدون ہوا ہے، ہر زمانے میں علماء تفسیر نے علوم قرآنی پر کام کیا ہے،عربی زبان کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں بھی علوم قرآنی وتفسیر قرآن کا بہت قیمتی سرمایہ موجود ہے،اور آئندہ نسلوں کے لیے علوم قرآن کے موضوع پر بہت ہی قیمتی اثاثہ ہے، میں نے اپنے اس مقالہ میں جو کچھ پیش کیا ہے، وہ وقت کی قلت اور صفحات کی تنگی کی وجہ سے بہت ہی اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے، کوشش کی ہے کہ علوم قرآن کے سارے موضوعات کو اکٹھا کرلوں،لیکن اتنے مختصر مقالہ میں اس کی گنجائش نہیں تھی،اسی لیے بہت ہی مختصر لفظوں میں علوم قرآن اور تفسیر قرآن سے متعلق بہت ہی موٹی موٹی باتوں کے ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ہے، بہت سارے مقامات پر مثالیں بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اکثر جگہوں پر صرف حوالہ دینا کافی سمجھا ہے، مثالوں کے پیش کرنے سے گریز کیا ہے،اس کے علاوہ علوم قرآن سے متعلق اور بھی دیگر موضوعات تھے جیسے کہ ناسخ ومنسوخ ، تاریخ نزول قرآن، اسباب

نزول اور قرأت قرآن وغیرہ جسے مجبوراً چھوڑنا پڑا۔ میں یہ بتانے میں ذرہ بھی جھجھک محسوس نہیں کرتا کہ اس مقالہ کی تیاری میں مفتی تقی عثمانی مدظلہٗ العالی کی علوم القرآن اور پروفیسر غلام احمد حریری کی تاریخ تفسیر ومفسرین سے بھرپور استفادہ کیا، دراصل اردو زبان میں یہ دونوں کتابیں اتنی جامع ہیں کہ اس موضوع پر کام کرنے کے لیے اس سے استفادہ ناگزیر ہے، کہیں کہیں میں نے بعینہ الفاظ نقل کیے ہیں اور کہیں صرف ترجمانی کی ہے۔ بہرکیف! ایک ایسا موضوع میں جس کے لائق نہیں تھا پھر بھی اللہ جل جلالہٗ کے فضل سے اس کو پورا کرنے کے لائق ہوا، غلطیاں انسان سے ہی سرزد ہوتی ہیں، کہیں کوئی خامی نظر آئے تو مطلع کریں۔ اللہ ہم سب کو قرآن کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وباللہ التوفیق وبہ المستعان، والحمدللہ علیٰ ذالک

خادم القرآن

غفران ساجد قاسمی

حی النسیم، ریاض، سعودی عرب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن اور ھم

عبدالمتین ندوی

حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام کے ذریعہ بنی نوع انسان کی اس زمین پر خلافت شروع ہوئی اور مختلف اوقات اور مختلف قوموں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے بے شمار انبیاء ورسل بھیجے تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ پر چل کر اپنے اصلی وطن یعنی اللہ پاک کی جنت میں اپنا مقام بنا سکے۔ایک روایت کے مطابق انبیاء ورسل کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تک پہنچتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت سارے رسولوں کو قیام توحید کے لئے کتابیں بھی عطا کیں جنہیں ہم کتب سماویہ کے نام سے جانتے ہیں جن میں نمایاں طور پر تورات،انجیل اور زبور ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے ابنیاء ورسل کو مختلف معجزوں سے بھی نوازا تاکہ لوگ ان معجزوں کی بدولت انبیاء ورسل کی صداقت کے قائل ہوکر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ پر گزاریں اور دوسرے الفاظ میں مؤمن ومسلم بن سکیں۔پھر اللہ تعالیٰ کی مشیئت ہوئی اور وہ ہستی اس دنیا میں تشریف لائی جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس دنیا کے آخری انسان تک تمام لوگوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک سب سے اشرف اعلیٰ برتر اور محبوب ہے اور اللہ پاک نے اپنے حبیب کو وہ کتاب عطا کی جو تمام معجزوں میں سب سے بڑا معجزہ ہے، جو فصاحت وبلاغت کی سب سے بلند وبالا مقام پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ زندگی کے ہر گوشہ میں سنہری اصول پیش کرتی ہے اور جو رہتی دنیا تک بنی نوع انسان کے لئے مشعل راہ بنی رہے گی۔

یہ قرآن اللہ تبارک وتعالیٰ اور ہمارے درمیان ایک ذریعہ تخاطب ہے۔اس قرآن کا مخاطب انس وجن میں سے ہر فرد ہے۔ چونکہ یہ کتاب مقدس حضور پاک ﷺ کے زمانہ سے لے کر رہتی دنیا تک مشعل راہ بنی رہے گی،اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کتاب کو اتنا جامع اور مانع بنایا ہے کہ ہر زمان ومکان میں انسان کے ساتھ پیش آنے والے تمام معاملات خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے،سماجیات سے ہو یا معاشیات واقتصادیات سے،اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جس کا اصول قرآن کریم میں موجود نہ ہو۔یہ کتاب ایک دستور حیات ہے جو تمام گوشہ ہائے زندگی پر محیط ہے۔

مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا تعلق اس کتاب سے روز بروز منقطع ہوتا جا رہا ہے۔یہ کتاب ہماری مسجدوں اور گھروں میں جزدانوں میں قید ہوکر رہ گئی ہے،نہ تلاوت ہے نہ تدبر ہے اور نہ ہی اس کے احکام پر عمل،آج کا مسلمان دنیا کی دوڑ میں اس

طرح گم ہوگیا ہے کہ اس کی زندگی میں قرآن پاک کا کوئی مقام نہیں رہ گیا۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور کے مسلمانوں کے حال پر روناروتے ہوئے اسلاف سے اس وقت کے مسلمان کا مقارنہ ان الفاظ میں کیا تھا:

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلمان ہوکر　　　　اور ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر

آج ہم اپنے بچوں کی تعلیم کے بارے میں سوچتے ہیں تو بجائے اس کے کہ ہم سب سے پہلے قرآن وحدیث وفقہ سکھائیں جن کی مدد سے ہمارے بچے اسلامی نشو ونما پا کر سچے پکے مسلمان بن سکیں۔ہم انہیں عصری علوم کی تعلیم دینے پر اپنی تمام محنت وتوجہ صرف کرتے ہیں اور ہماری نظر صرف اور صرف اس عارضی دنیا اور اس کی آرام وآسائش پر ہوتی ہے اور اُس ابدی ولافانی دنیا کے بارے میں سوچتے بھی نہیں،الا ماشاءاللہ۔

حضرات: اس مقالہ کے حق کی کما حقہ ادائیگی کرنے کے لئے کئی صفحات درکار ہیں،مگر اس مختصر وقت میں اتنے وسیع موضوع کا احاطہ کرنے کے لئے میں نے اس مقالہ کو درج ذیل عناوین میں تقسیم کیا ہے:

۱) تلاوت قرآن۔

۲) حفظِ قرآن۔

۳) تدبر قرآن۔

۴) العمل بالقرآن۔

اب میں نہایت اختصار کے ساتھ ان نقاط پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔

۱) تلاوت قرآن:

تجوید وترتیل کے ساتھ تلاوت کی اہمیت:

قرآن روئے زمین پر سب سے اشرف وافضل کلام ہے،لہذا اس کی تلاوت بھی اس کی شایان شان ہونی چاہئے اور یہ تبھی ہوسکتا ہے جب ہم حضور اکرم ﷺ کی تلاوت کے مطابق تلاوت کریں،جیسے صحابۂ کرام،تابعین اور سلف صالحین نے نقل کیا ہے، علماء تجوید نے انہیں متواتر قراءات کو سامنے رکھتے ہوئے تلاوت کے قوانین وضع کئے ہیں تا کہ قاریٔ قرآن غلطیاں نہ کرے اور

تلاوت کا حق ادا ہو سکے۔قرآن کریم کی تلاوت تجوید کے ساتھ واجب ہے یا نہیں، یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے تاہم ذرا یہ تو سوچیں کہ ہم اپنی انگریزی زبان کے معاملہ میں کتنے حریص ہوتے ہیں کہ ہمارا تلفظ بالکل ویسا ہی ہو جیسا کہ ایک انگریز کا ہوتا ہے، مگر کلام پاک کی تلاوت میں یہ حرص خال خال ہی نظر آتی ہے، جو یقیناً اس بات کی غماز ہیکہ ہمارا اہتمام قرآن پاک کے لئے کم اور اپنی انگریزی زبان کے لئے زیادہ ہے، اور اب تو یہ محض قراءکرام کا کام رہ گیا ہے کہ وہ تجوید کے ساتھ تلاوت کریں، سواد اعظم اول تو تلاوت ہی نہیں کرتے اور کرتے بھی ہیں تو تجوید کے قواعد سے عاری۔لہذا ہمیں حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے کہ ہم تلاوت کلام پاک تجوید کے قواعد کے مطابق ہی کریں، ہاں اگر ہم کوشش کے باوجود بھی اس سے قاصر رہتے ہیں تو ان شاء اللہ کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

احادیث میں تلاوت قرآن کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَرَأَ حَرْفاً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمٓ حَرْفٌ وَلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ. جس نے قرآن مجید کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ "ا" ایک حرف ہے، "ل" ایک حرف ہے اور "م" ایک حرف ہے۔۔۔یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اللہ جل شانہ نے نیکیوں پر بڑھا چڑھا کر اجر دینے کا وعدہ کیا ہے، ارشاد الٰہی ہے: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جس کسی نے نیکی کی اسے اس نیکی کا دس گنا ثواب ملے گا۔اس آیت میں نیکیوں پر اجر بڑھا چڑھا کر دینے کا جو وعدہ فرمایا ہے، یعنی دس گنا، اس کی اقل مقدار ہے کیونکہ حدیث قدسی میں حضور پاک ﷺ نے فرمایا: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، اَلْحَسَنَةُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ یعنی انسان کے ہر عمل پر اجر وثواب بڑھا چڑھا کر دیا جاتا ہے، اور ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں سے سات سو گنا زیادہ تک ملتا ہے۔نیکیوں کے اجر کا یہ معاملہ محض تلاوت کلام پاک کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر نیکی کے حق میں ہے۔تلاوت کلام کا امتیاز یہ ہے کہ ہمیں ہر ہر کلمہ پر نہیں بلکہ ہر ہر حرف پر اجر ملتا ہے۔

۲) حفظ قرآن:

یہ اللہ رب العزت کا عظیم احسان ہے کہ اس نے ہمارے سینوں کو اس لائق بنایا کہ ان میں ذات باری تعالیٰ کا جلیل القدر اور عظیم الشان کلام محفوظ ہو سکے۔اللہ رب العزت نے ہمیں قوت حفظ عطا کی اور اگر ہم جدید دور کی IT کی زبان استعمال کریں تو یہ کہہ سکتے ہیں ہمیں تقریباً لامحدود ہارڈ دسک Hard Disk عطا کی ہے، جس میں ہم جتنا چاہیں اتنا مواد حفظ کر سکتے ہیں۔خواہ

قرآن پاک ہو یا احادیث نبویہ ہوں، فقہ ہو یا اور دوسرے اسلامی علوم یا پھر نعوذ باللہ لغو وفضول کلام مثلاً گانے، افسانے، کفر والحاد وغیرہ۔ ہم جتنا زیادہ قرآن پاک، احادیث، فقہ اور دیگر علوم کو اپنی ہارڈ ڈسک Hard Disk میں محفوظ کریں گے اتنی ہی زیادہ ایک مسلم کی شخصیت سے قریب ہوں گے اور جتنا ہی زیادہ لغو وفضول کلام، گانے، افسانے اور کفر والحاد وغیرہ اس میں محفوظ کریں گے اتنی ہی زیادہ ہماری شخصیت غیر مسلم کی شخصیت سے قریب ہوتی جائے گی، کیونکہ ظاہر ہے جو مواد ہمارے دل ودماغ میں ہوگا وہی ہماری شخصیت سازی کرے گا۔

۳) تدبر قرآن:

چونکہ قرآن کریم کے نزول کا مقصد بنی نوع انسان کی ہدایت ہے، اس لئے اگر تدبر کے ساتھ قرآن نہ پڑھا جائے تو عین مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے، قرآن کریم روئے زمین پر سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسے تدبر کے ساتھ پڑھنے والوں کی تعداد نہ کے برابر ہے الا ماشاءاللہ۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے، اور شاید یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اپنی تمام برکتوں کے باوجود تلاوت کرنے والوں پر کوئی اثر نہیں ڈالتا، مگر اس سے نعوذ باللہ کلام پاک میں کوئی تقصیر لازم نہیں آتی، تقصیر ہماری ہے جو ہم صرف تلاوت کو اہمیت دیتے ہیں اور تدبر کو یکسر نظر انداز کردیتے ہیں الا ماشاءاللہ۔

اس باب میں ایک بہت قابل ذکر بات یہ ہے کہ چونکہ قرآن کریم اللہ رب العزت اور بنی نوع انسان کے درمیان ذریعۂ تخاطب (Means of Communication) ہے اور چونکہ قرآن کی زبان عربی ہے، اس لئے ایک مسلمان کو چاہئے کہ عربی زبان کی تعلیم حاصل کرے تاکہ اللہ رب العزت کا کلام سمجھ سکے، مگر افسوس ہم دنیاوی علوم اور مختلف زبانوں میں مہارت کے لئے اپنے تمام ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے اس دنیاوی فانی کی زوالی نعمتوں کے حصول کے لئے تو کوشش کرتے ہیں مگر اس پیغام کو سمجھنے کے لئے کوئی تگ ودو نہیں کرتے جس پیغام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ہی ہماری دنیا وآخرت کی سعادت مضمر ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ خود عربی زبان سیکھے اور اپنے بچوں کو سکھائے تاکہ تلاوت کلام کے وقت محض زبان ہی نہیں بلکہ دل ودماغ بھی محظوظ ہو، تبھی قرآن کریم کی برکات صحیح معنوں میں ہمارے اوپر اتریں گی۔

٤) العمل بالقرآن:

یہ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت کی تطبیق ہے اور اسی میں بنی نوع انسانی کی دنیاوی واخروی سعادت مضمر ہے، اور نزول قرآن کی غایت ہے۔ قرآن کریم پر عمل حضور پاک ﷺ کی احادیث پر عمل کو بھی لازم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مَن يُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس نے رسول پاک ﷺ کی اطاعت کی اس نے گویا کہ میری اطاعت

کی۔ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُول اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو۔گویا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے لئے قرآن وسنت دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں،لہذاایک کے بغیر دوسرے پر عمل نہیں ہوسکتااور ایک کو اپناتے ہوئے دوسرے کو چھوڑ کر ہدایت نہیں مل سکتی۔

دور حاضر میں جب ہم قرآن کریم کے ساتھ امت مسلمہ کے معاملہ کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ امت مسلمہ کی زبوں حالی محض ترک قرآن وسنت سے ہوئی ہے، ہمارے اسلاف نے اسی قرآن وسنت پر عمل کر کے خطہ خطہ میں اسلامی پرچم لہرایا اور ایک دور وہ بھی آیا تھا جب ہارون رشید نے بادل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اے بادل تو کہیں بھی برس تیری بارش سے اگنے والی فصل کا خراج مجھے ضرور ملے گا۔ہمارے اسلاف صحیح معنوں میں مسلمان تھے، جہاں جاتے مجسم قرآن وسنت بن کر جاتے،اپنے معاملات،اخلاق،کردار،معاشرت ہر باب میں اسوہ بن جاتے اور لوگ انکی طرف کھینچے ہوئے چلے آتے، ہمیں جو اسلام کی نعمت نصیب ہوئی وہ اللہ پاک کے فضل کے بعد ہمارے اسلاف کی کاوشوں کی بدولت نصیب ہوئی۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے،آمین۔

اگر ہمیں حقیقی معنوں میں مسلمان بننا ہے اور سعادت دارین حاصل کرنی ہے تو ہمیں قرآن کی طرف لوٹ کر آنا ہوگا،ہمیں مجسم قرآن بننا ہوگا،قرآن پاک سے اپنا رشتہ جوڑنا ہوگا،جو تلاوت،حفظ،تدبر اور عمل بالقرآن سے ہی ممکن ہے۔

آخر میں اپنا مقالہ علامہ اقبال کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں:

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلمان ہوکر　　　　اور ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں اہل قرآن میں سے بنائے اور قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنے والا بنائے،آمین

عبدالمتین ندوی (amkkhan@rediffmail.com)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلام عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَعَلىٰ آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْن.

محمد نجیب قاسمی سنبھلی

قرآن فہمی حدیث نبوی کے بغیر ممکن نہیں

قرآن: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ عظیم الشان کلام ہے جو انسانوں کی ہدایت کے لئے خالق کائنات نے اپنے آخری رسول حضور اکرم ﷺ پر نازل فرمایا تاکہ آپ ﷺ اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ لوگوں کے سامنے اس کے احکام ومسائل بیان فرمادیں۔

حدیث: حدیث اُس کلام کو کہا جاتا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کے قول یا عمل یا کسی صحابی کے عمل پر آپ ﷺ کے سکوت یا آپ ﷺ کی صفات میں سے کسی صفت کا ذکر کیا گیا ہو۔

حضور اکرم ﷺ قرآن کریم کے مفسّر اوّل:

قرآن وحدیث کی تعریف سے ہی یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جس ذات عالی پر قرآن کریم نازل ہوا اس کے اقوال وافعال کے بغیر قرآن کریم کو کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مرتبہ اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے، جن میں سے دو آیات مندرجہ ذیل ہیں:

☆ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (سورۃ النحل ۴۴) یہ کتاب ہم نے آپ ﷺ کی طرف اتاری ہے تاکہ لوگوں کی جانب جو حکم نازل فرمایا گیا ہے، آپ ﷺ اسے کھول کھول کر بیان کردیں، شاید کہ وہ غوروفکر کریں۔

☆ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِىْ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (سورۃ النحل ۶۴) یہ کتاب ہم نے آپ ﷺ پر اس لئے اتاری ہے تاکہ آپ ﷺ ان کے لئے ہر اس چیز کو واضح کردیں جس میں وہ اختلاف کررہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں آیات میں واضح طور پر بیان فرمادیا کہ قرآن کریم کے مفسر اول حضور اکرم ﷺ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی کہ آپ ﷺ امت مسلمہ کے سامنے قرآن کریم کے احکام ومسائل کھول کھول کر بیان کریں۔ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ قرآن کریم کے احکام ومسائل بیان کرنے کی ذمہ داری بحسن خوبی انجام دی۔ صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے ذریعہ حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال یعنی حدیث نبوی کے ذخیرہ سے قرآن کریم کی پہلی اہم اور بنیادی تفسیر انتہائی قابل اعتماد ذرائع سے امت مسلمہ کو پہونچی ہے، لہٰذا قرآن فہمی حدیث کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔

اللّٰہ کی اطاعت کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت بھی ضروری:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم کی سینکڑوں آیات میں اپنی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔کہیں فرمایا: ﴿اطیعوااللہ واطیعواالرسول﴾، کہیں فرمایا: ﴿اطیعوااللہ ورسولہ﴾، کسی جگہ ارشاد ہے: ﴿اطیعوااللہ والرسول﴾ اور کسی آیت میں ارشاد ہے: ﴿اطیعواالرسول﴾۔ان سب جگہوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں سے ایک ہی مطالبہ ہے کہ فرمانِ الٰہی کی تعمیل کرواورارشادنبوی ﷺ کی اطاعت کرو۔غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں متعدد جگہوں پر یہ بات واضح طور پر بیان کردی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول کی اطاعت کا حکم دیا اور رسول کی اطاعت جن واسطوں سے ہم تک پہونچی ہے یعنی احادیث کا ذخیرہ، اگر ان پر ہم شک وشبہ کریں تو گویا ہم قرآن کریم کی سینکڑوں آیات کے منکر ہیں یا زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز کا حکم دیا ہے یعنی اطاعت رسول، جو ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔

سورۃ النساء آیت ۸۰ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اطاعت الٰہی قرار دیتے ہوئے فرمایا: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی، اس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

سورۃ آل عمران آیت ۳۱ میں اللہ تعالیٰ نے اطاعتِ رسول کو حب الٰہی کا معیار قرار دیا یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت رسول اکرم ﷺ کی اطاعت میں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِى يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ اے نبی! لوگوں سے کہہ دیں کہ اگر تم حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر دائمی جنت نیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی پر دائمی عذاب کا فیصلہ فرمایا۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا، وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (سورۃ النساء ۱۳۔۱۴) جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اسے اللہ تعالیٰ ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اور اسکی مقررہ حدوں سے آگے نکلے گا، اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔غرضیکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نہ کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔۔۔۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ، وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا (سورۃ الفتح ۱۷) جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اسے اللہ تعالیٰ ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔اور جو منہ

پھیرے گا اسے وہ دردناک عذاب دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے حضور اکرم ﷺ کے قول وعمل یعنی حدیث نبوی کونمونہ بنا کر ارشاد فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيراً (سورۃ الاحزاب ۲۱) یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ موجود ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔ یعنی نبی اکرم ﷺ کی پوری زندگی کے احوال جو احادیث کے ذخیرہ کی شکل میں ہمارے پاس محفوظ ہیں کل قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے بہترین نمونہ ہے تاکہ ہم اپنی زندگیاں اسی نمونہ کے مطابق گزاریں۔

اطاعت رسول ﷺ کی فرضیت خود نبی اکرم ﷺ کے اقوال سے:

سارے انبیاء کے سردار وآخری نبی حضور اکرم ﷺ نے بھی قرآن کریم کے ساتھ سنت رسول ﷺ کی اتباع کو ضروری قرار دیا ہے، حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال سے واقفیت کے بغیر اطاعت رسول ممکن ہی نہیں ہے اور حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال حدیث کے ذخیرہ ہی میں تو ہیں۔ حدیث کی تقریباً ہر کتاب میں اطاعت رسول کے متعلق نبی اکرم ﷺ کے ارشادات تواتر کے ساتھ موجود ہیں، ان میں سے صرف تین احادیث پیش خدمت ہیں:

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ (بخاری ومسلم)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو اس سے باز آجاؤ اور جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو حسب استطاعت اس کی تعمیل کرو۔ (بخاری ومسلم)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے تمام افراد جنت میں جائیں گے، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے انکار کیا۔ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! دخول جنت سے کون انکار کرسکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگیا اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے (دخول جنت سے) انکار کیا۔ (بخاری ومسلم)

رسول ﷺ کی اطاعت کی فرضیت پر اجماع امت:

حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں اور انتقال کے بعد صحابۂ کرام کے عمل سے امت مسلمہ نے رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کی

اتباع کے فرض ہونے پر اجماع کیا ہے کیونکہ صحابۂ کرام کسی بھی مسئلہ کا حل پہلے قرآن کریم میں تلاش کیا کرتے تھے، پھر نبی اکرم ﷺ کی سنت میں۔ اسی وجہ سے جمہور علماء کرام نے وحی کی دو قسمیں کی ہیں:

(۱) **وحی متلو:** وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے، یعنی قرآن کریم، جس کا ایک ایک حرف کلام الٰہی ہے۔

(۲) **وحی غیر متلو:** وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی ہے، یعنی حدیث رسول ﷺ، جس کے الفاظ نبی اکرم ﷺ کے ہیں، البتہ بات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

جیسا کہ سورۃ النجم کی ابتدائی آیات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۲۹ سے بھی یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ اے ہمارے رب! ان میں انہیں میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انہیں کتاب وحکمت سکھائے اور ان کو پاکیزہ بنائے۔ یہاں کتاب سے مراد قرآن کریم اور حکمت سے مراد حدیث ہے۔

قرآن کریم میں مجمل احکام:

قرآن کریم میں عموماً احکام کی تفصیل مذکور نہیں ہے، حتی کہ اسلام کے بنیادی ارکان نماز، روزہ، زکاۃ اور حج کے احکام بھی قرآن کریم میں تفصیل کے ساتھ مذکور نہیں ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے اقوال واعمال سے ان مجمل احکام کی تفصیل بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی لئے نبی ورسل بھیجتا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اپنے اقوال واعمال سے امتیوں کے لئے بیان کریں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر نماز پڑھنے، رکوع کرنے اور سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن نماز کی تفصیل قرآن کریم میں مذکور نہیں ہے کہ ایک دن میں کتنی نمازیں ادا کرنی ہیں؟ قیام یا رکوع یا سجدہ کیسے کیا جائے گا اور کب کیا جائے گا؟ اور اس میں کیا پڑھا جائے گا؟ ایک وقت میں کتنی رکعت ادا کرنی ہیں؟ اسی طرح قرآن کریم میں زکاۃ کی ادائیگی کا تو حکم ہے لیکن تفصیلات مذکور نہیں ہیں کہ زکاۃ کی ادائیگی روزانہ کرنی ہے یا سال بھر میں یا پانچ سال میں یا زندگی میں ایک مرتبہ؟ پھر یہ زکاۃ کس حساب سے دی جائے گی؟ کس مال پر زکاۃ واجب ہے اور اس کے لئے کیا کیا شرائط ہیں؟ غرضیکہ اگر حدیث نبوی کو قرآن کی پہلی اہم اور بنیادی تفسیر ماننے سے انکار کریں تو قرآن کریم کی وہ سینکڑوں آیات جن میں نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، زکاۃ اور حج کی ادائیگی کا حکم ہے، وہ سب نعوذ باللہ بے معنی ہوجائیں گی۔

اسی طرح قرآن کریم (سورۃ المائدہ ۳۸) میں حکم ہے کہ چوری کرنے والے مرد وعورت کے ہاتھوں کو کاٹ دیا جائے۔ اب

سوال پیدا ہوتا ہے کہ دونوں ہاتھ کاٹیں یا ایک ہاتھ؟ اور اگر ایک ہاتھ کاٹیں تو داہنا کاٹیں یا بایاں؟ پھر اسے کاٹیں تو کہاں سے؟ بغل سے؟ یا کہنی سے؟ یا کلائی سے؟ یا ان کے بیچ میں کسی جگہ سے؟ پھر کتنے مال کی قیمت کی چوری پر ہاتھ کاٹیں؟ اس مسئلہ کی مکمل وضاحت حدیث میں ہی ملتی ہے، معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو حدیث کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔

اسی طرح قرآن کریم (سورۃ الجمعہ) میں ارشاد ہے کہ جب جمعہ کی نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ سوال یہ ہے کہ جمعہ کا دن کونسا ہے؟ یہ اذان کب دی جائے؟ اس کے الفاظ کیا ہوں؟ جمعہ کی نماز کب ادا کی جائے؟ اس کو کیسے پڑھیں؟ خرید و فروخت کی کیا کیا شرائط ہیں؟ اس مسئلہ کی مکمل وضاحت احادیث میں ہی مذکور ہے۔

نزول قرآن کی کیفیت کا بیان، مختلف سورتوں وآیات کے پڑھنے کی خاص فضیلت کا ذکر، آیات کا شان نزول، قرآن کریم میں مذکور انبیاء اور ان کی امتوں کے واقعات کی تفصیل، ناسخ ومنسوخ کی تعیین، اسی طرح حفاظت قرآن کے مراحل کا بیان احادیث میں ہی تو ہے لہذا حدیث کے بغیر قرآن کریم کو کیسے سمجھا جا سکتا ہے؟

ایک وضاحت:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں تدبر وتفکر کرنے کا حکم دیا ہے، مگر یہ تدبر وتفکر مفسر اول حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں ہی ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے متعدد جگہوں پر ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی! یہ کتاب ہم نے آپ پر نازل فرمائی ہے تاکہ آپ ﷺ اس کلام کو کھول کھول کر لوگوں کے لئے بیان کردیں اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دیا۔ لیکن کچھ حضرات قرآن کریم کی تفسیر میں نبی اکرم ﷺ کے اقوال وارشادات کو ضعیف قرار دے کر اپنی رائے تھوپنا شروع کردیتے ہیں، جو کہ سراسر غلط ہے۔ یقیناً ہمیں قرآن کریم سمجھ کر پڑھنا چاہئے کیونکہ یہ کتاب ہماری ہدایت ورہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے نیز نبی اکرم ﷺ نے قرآن کریم کے احکام کھول کھول کر بیان فرمادئے ہیں، لیکن ہمارے لئے ضروری ہے کہ جن مسائل میں بھی نبی اکرم ﷺ کے اقوال یا اعمال سے رہنمائی مل سکتی ہے خواہ حدیث کی سند میں تھوڑا ضعف بھی ہو، ان مسائل میں اپنے اجتہاد وقیاس اور اپنے عقلی گھوڑے دوڑانے کے بجائے نبی اکرم ﷺ کے اقوال واعمال کے مطابق ہی عمل کریں۔ نئے نئے مسائل کے حل کے لئے قرآن کریم میں تدبر وتفکر اور حدیث نبوی کے ذخیرہ میں غوطہ اندوزی ضرور کریں مگر قرآن وحدیث کو بالائے طاق رکھ کر نہیں بلکہ قرآن وحدیث کی روشنی ہی میں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

بعض حضرات قرآن کریم کی چند آیات مثلاً ﴿تِبیَاناً لِّکُلِّ شَیٍٔ ۔سورۃ النحل ۸۹﴾ اور ﴿تَفْصِیلاً لِّکُلِّ شَیٍٔ ۔سورۃ الانعام ۱۵۴﴾ سے غلط مفہوم لے کر یہ بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں ہر مسئلہ کا حل ہے اور قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے حدیث کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ حدیث رسول ﷺ بھی قرآن کریم کی طرح شریعتِ اسلامیہ میں قطعی دلیل اور حجت ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں متعدد مقامات پر مکمل وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ نیز قرآن کریم میں یہ کہاں ہے کہ جو قرآن میں ہو بس اسی پر عمل کرنا لازم ہے، بلکہ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سینکڑوں آیات ﴿اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول﴾، ﴿اطیعوا اللہ ورسولہ﴾، ﴿اطیعوا اللہ والرسول﴾ ﴿اطیعوا الرسول﴾ میں رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے: مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۔ اگر قرآن کریم ہی ہمارے لئے کافی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم کیوں دیا ہے؟

دوسرے شبہ کا ازالہ:

بعض حضرات سند حدیث کی بنیاد پر ہوئی احادیث کی اقسام یا راویوں کو ثقہ قرار دینے میں محدثین وفقہاء کے اختلاف کی وجہ سے حدیث رسول ﷺ کو ہی شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو قیامت تک آنے والے تمام عرب وعجم کی رہنمائی کے لئے اپنے آخری رسول حضور اکرم ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور قیامت تک اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ اور اسی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہوں پر ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی! یہ کتاب ہم نے آپ پر نازل فرمائی ہے تاکہ آپ ﷺ اس کلام کو کھول کھول کر لوگوں کے لئے بیان کردیں۔ تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے الفاظ کی حفاظت کی ہے، اس کے معانی ومفاہیم جو نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمائے ہیں وہ بھی کل قیامت تک محفوظ رہیں گے، ان شاء اللہ۔ قرآن کریم کے الفاظ کے ساتھ اس کے معنی ومفہوم کی حفاظت بھی مطلوب ہے ورنہ نزول قرآن کا مقصد ہی فوت ہوجائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وحدیث کے مطابق زندگی گزارنے والا بنائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

محمد نجیب قاسمی سنبھلی (ریاض) (najeebqasmi@yahoo.com)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلام عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہِ وَاَصْحَابِہِ اَجْمَعِیْن.

قرآن سے متعلق بعض دیگر معلومات

محمد نجیب قاسمی سنبھلی

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو لوح محفوظ سے سماء دنیا پر لیلۃ القدر میں نازل فرمایا، پھر تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوا۔ یہ قرآن انس وجن کی ہدایت ورہبری کا سرچشمہ ہے۔ اللہ کی یہ کتاب دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ قرآن کے لفظی معنی بھی بار بار اور بہت زیادہ پڑھی جانے والی کتاب کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں بھی لفظ قرآن کا متعدد مرتبہ ذکر فرمایا ہے۔ قرآن کریم کی پہلی وحی کا پہلا کلمہ اِقْـرأ بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ قرآن کے نزول کا اصل مقصد قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنا اور اس پر عمل کرنا ہے، اگرچہ صرف قرآن کریم کی تلاوت پر بھی اجر عظیم ملتا ہے، جیسا کہ مفسر اوّل حضور اکرم ﷺ نے مختلف سورتوں کے مختلف اوقات میں پڑھنے کے متعدد فضائل بیان کئے ہیں۔ قرآن کریم سے متعلق چند معلومات پیش خدمت ہیں۔

علماء کرام نے لوگوں کی سہولت کے لئے قرآن کریم کو مختلف طریقوں سے تقسیم کیا ہے:

منزلیں: قرآن کریم میں ۷ منزلیں ہیں۔ یہ منزلیں اس لئے مقرر کی گئی ہیں تاکہ جو لوگ ایک ہفتہ میں ختم قرآن کریم کرنا چاہیں وہ روزانہ ایک منزل تلاوت فرمائیں۔

پارے: قرآن کریم میں ۳۰ پارے ہیں، انہی کو جز بھی کہا جاتا ہے۔ جو حضرات ایک ماہ میں قرآن کریم ختم کرنا چاہیں وہ روزانہ ایک پارہ تلاوت فرمائیں۔ بچوں کو قرآن کریم سیکھنے کے لئے بھی اس سے سہولت ہوتی ہے۔

سورتیں: قرآن کریم میں ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ لکھی ہوئی ہے سوائے سورۂ توبہ کے۔ سورۃ النمل میں بسم اللہ ایک آیت کا جز بھی ہے، اس طرح قرآن کریم میں بسم اللہ کی تعداد بھی سورتوں کی طرح ۱۱۴ ہی ہے۔ ان تمام سورتوں کے نام بھی ہیں جو بطور علامت رکھے گئے ہیں بطور عنوان نہیں۔ مثلاً سورۃ الفیل کا مطلب یہ نہیں کہ وہ سورہ جو ہاتھی کے موضوع پر نازل ہوئی، بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ سورہ جس میں ہاتھی کا ذکر آیا ہے۔ اسی طرح سورۃ البقرہ کا مطلب وہ سورہ جس میں گائے کا ذکر آیا ہے۔

آیات: قرآن کریم میں چھ ہزار سے کچھ زیادہ آیات ہیں۔

سجدۂ تلاوت: قرآن کریم میں ۱۴ آیات ہیں، جن کی تلاوت کے وقت اور سننے کے وقت سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے۔

مکی ومدنی آیات وسورتیں:

ہجرت مدینہ منورہ سے قبل تقریباً ۱۳ سال تک قرآن کریم کے نزول کی آیات وسورتوں کو مکی اور مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد تقریباً ۱۰ سال تک قرآن کریم کے نزول کی آیات وسورتوں کو مدنی کہا جاتا ہے۔

مضامین قرآن:

علماء کرام نے قرآن کریم کے مضامین کی مختلف قسمیں ذکر فرمائی ہیں، تفصیلات سے قطع نظر ان مضامین کی بنیادی تقسیم اس طرح ہے:

۱) عقائد۔ ۲) احکام۔ ۳) قصص

۱) عقائد: توحید، رسالت، آخرت وغیرہ کے مضامین اسی کے تحت آتے ہیں۔ عقائد پر قرآن کریم نے بہت زور دیا ہے اور ان بنیادی عقائد کو مختلف الفاظ سے بار بار ذکر فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ فرشتوں پر ایمان، آسمانی کتابوں پر ایمان، تقدیر پر ایمان، جزاوسزا، جنت ودوزخ، عذاب قبر، ثواب قبر، قیامت کی تفصیلات وغیرہ بھی مختلف عقیدوں پر قرآن کریم میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

۲) احکام: اس کے تحت مندرجہ ذیل احکام اور ان سے متعلق مسائل آتے ہیں:

عبادتی احکام : نماز، روزہ، زکاۃ اور حج وغیرہ کے احکام ومسائل۔ قرآن کریم میں سب زیادہ تاکید نماز پڑھنے کے متعلق وارد ہوئی ہے۔ قرآن کریم میں نماز کی ادائیگی کے حکم کے ساتھ ہی عموماً زکاۃ کی ادائیگی کا حکم بھی وارد ہوا ہے۔

معاشرتی احکام : مثلاً حقوق العباد کی ساری تفصیلات۔

معاشی احکام : خرید وفروخت، حلال اور حرام اور مال کمانے اور خرچ کرنے کے مسائل۔

اخلاقی وسماجی احکام: انفرادی اور اجتماعی زندگی سے متعلق احکام ومسائل۔

سیاسی احکام : حکومت اور رعایا کے حقوق سے متعلق احکام ومسائل۔

عدالتی احکام : حدود وتعزیرات کے احکام ومسائل۔

۳) قصص: گزشتہ انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے واقعات کی تفصیلات۔

قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں بے شمار ترجمے ہوئے ہیں اور تفسیریں تحریر کی گئی ہیں اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے اور ان شاء اللہ کل قیامت تک جاری وساری رہے گا۔ مگر سب کا مأخذ قرآن وحدیث ہی ہے، یعنی مفسر اوّل حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں ہی قرآن کریم سمجھا جاسکتا ہے۔

محمد نجیب قاسمی (najeebqasmi@yahoo.com)

نزولِ وحفاظتِ قرآن

فضائل ومقامِ قرآن

تفسیرِ قرآنِ کریم

قرآن اور ہم

قرآن فہمی حدیثِ نبوی کے بغیر ممکن نہیں

قرآن سے متعلق بعض معلومات